۷۸۶

اللّٰھمّ صلِّ علیٰ محمّدٍ وّاٰلِ محمّد

ماہِ بنی ہاشم

یعنی

سوانح عمری حضرت ابو الفضل العبّاسؑ

مؤلفہ

محامد نصاب سعادت انتساب مرزا ابو محمد صاحب ہمدانی الحائری

جسکو

منیجر کتب خانہ اثنا عشری (رجسٹرڈ) لاہور

موچی دروازہ کوچہ مغل حویلی نے چھپوا کر شائع کیا

اطلاعِ عام

اس کتاب کا حق تصنیف مصنف صاحب ممدوح
سے خرید کر لیا گیا ہے۔ لہذا کوئی صاحب قصد
طبع نہ فرماویں۔ ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان
اٹھائیں گے۔ بلکہ جس قدر جلدیں درکار ہوں مندرجہ
ذیل پتہ سے طلب فرماویں:۔

المشتہر

منیجر کتب خانہ اثنا عشری (رجسٹرڈ) لاہور۔ موچی دروازہ مغل حویلی

فہرست مضامین

ماہِ بنیِ ہاشم

یعنی

سوانح عمری حضرت ابوالفضل العباسؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

رُوحِی وَاَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکَ الْفِدَآءُ یَا مَوْلَائِی

بھلا یہ گنہگار عبد عاصی اور آپ کی جلیل القدر سوانح عمری زبان اولیاءِ عظام اور علماء کرام قاصر ہیں۔ کہ آپ کی معرفت و مودّت اطاعت و شجاعت عشق و وفا کا ایک شمّہ بھی بیاں کر سکیں۔ یہ آپ کا چاکر جاہل کہاں سے زباں لائے۔ کہ آپ کے حالات قلمبند کرے۔ ہاں اگر آپ کی اِک نظرِ لطف ہو جائے۔ تو البتہ ممکن ہے کہ دل کی مراد بر آئے۔ اور کلکِ عنبر زائے مدح مشکِ مداد و ثنا سے کچھ صفحۂ قرطاس پر عطر بیز اور گہر ریز ہو۔ آپ کے شیعیانِ مخلص سے ہوں کس منہ سے دعویٰ کروں۔ مومنین موقنین سے ہوں یہ ادعا غلط اور مشکل ہاں اتنا ضرور عرض کروں گا۔ کہ آپ کے اجداد طاہرین کا مداح آپ کے پدر بزرگوار آپ کے مظلوم بھائی سید الشہدا

[illegible]

کی درگاہ سے بتوسل محمد و آلِ محمد رکھتا ہوں۔ آپ کی مصیبت اور حسین مظلوم کے رونے والوں میں لوگ محسوب کرتے ہیں۔ آپ مولا خانوادۂ کرم سے ہیں۔ کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں پھرا ہے۔ غلام کی التجائے عاجزانہ ہے کہ آپ ہی اگر دستگیری اور مدد فرمائے۔ تو اس کارِ خیر میں کامیابی کی کوئی صورت نظر آئے۔ اس خدمت کا کوئی دنیاوی صلہ بھی نہیں چاہتا۔ البتہ اس قدر کہ درگاہِ احدیت میں توسل فرمایئے کہ آپ کے اس غلام کا یہ جسد نجس ارضِ مقدس کربلا کا پیوند ہو جائے جوارِ رحمت میں اک تھوڑی جگہ مل جائے۔ آپ کے جد امجد کے سایہ لواء الحمد میں محشور ہو کر شفاعت محمدؐ و آلِ محمدؐ سے محروم نہ ہوں۔ اور آپ کے برادر مظلوم کے رونے والوں میں محسوب کر لیا جاؤں وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا مَوْلَايَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَكُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ؕ

تمہید

حامیٔ دین الٰہی۔ معاونِ احکامِ رسالت پناہی۔ سبق آموز اخلاقِ دینی ودنیوی۔ دستورِ عملِ اداے محاسن خوردی وبزرگی۔ مئے عشق حسین کا سرشار۔ وفا کا پتلہ مجسمۂ مؤدۃ حسین واطفالِ حسین۔ پیکرِ معرفت خدا ورسول۔ سالکِ راہِ مستقیم۔ دلیل راہِ حق۔ رہنماے گم کردگان راہِ حقیقت۔ کارنامہ اطاعت حسینی۔ سپہ سالار وعلمدار لشکرِ حسین۔ مقبول بارگاہ نبیرۂ شہنشاہ کونین۔ تصویر شان وشوکت حیدری۔ جرأت ودبدبۂ وشجاعت واستقلال میں کما کان اسد اللہ الغالب مرتضےٰ علیؑ۔ مرقع پیکر حیدار کرار غیر فرار یعنی حضرت عباس علمدار کے واقعاتِ زندگی اور اس بزرگوار کی سوانح عمری بہت مختصر کتب احادیث واخبار میں جستجو کرنے سے دستیاب ہوسکے۔ پھر بھی جس قدر ممکن ہوئے ہدیۂ ناظرین والا تمکین ہے۔ سوانح ابوالفضل روحی لہ الفدا میدانِ کربلا میں یقیناً اک امتیازی حیثیت کے دارا اور عدیم النظیر ہیں۔ اس لئے تمہیداً وقوع واقعات کربلا کے وجوہات سپرد قلم اور حوالہ تحریر کئے جاتے ہیں۔

رشتہ کا مرقع کھینچا ہے۔ مجھے بھی اس مضمون سے اقتباساً ضرور لکھنا ہے۔
جو اس موقع پر حوالہ تحریر کرتا ہوں۔ "بنی ہاشم کی قدر و منزلت اور فضیلت تمام قوم عرب مان چکی تھی۔ لیکن اسی معظم اور محترم خاندان کا قریبی رشتہ دار حریف خاندان بنی یعنی بنی امیہ پہلا شخص خود امیہ شروع سے اسلام اور بانئ اسلام کا کینہ ور جانی دشمن اور خون کا پیاسا تھا۔ جو کُھلم کُھلا رسول اور خاندان رسول کے ساتھ جنگ کر چکا تھا۔ اب وہی اسلام کے زہریلے دشمن یعنی اسی خاندان کے ممبران دیرینہ دشمنی دلوں میں رکھ کر ظاہراً اسلام لا کر یہانتک برسر اقتدار ہو چکے تھے۔ کہ از روئے پنچایت و مشورہ مسند خلافت پر بیٹھ کر جانشینئ رسول اللہ صلعم کے ناجائز حقدار ہو گئے تھے۔ جب ان کو اتنا وقار حاصل ہوا اور عنان حکومت و شاہی دبدبہ سب کچھ میسّر ہو گیا تو اسلام کو ضائع و برباد کرنے اور خاندان رسالت کو تاراج و نیست و نابود کر دینے کا پورا پورا موقع مل گیا۔ یہ لوگ ظاہراً اپنے تئیں لباس اسلام سے ملبوس کئے تھے۔ اور در پردہ اپنے پرانے مذہب کفر و ضلالت کی حمایت میں اسلام کی جڑ کو کھوکھلا کرتے جاتے تھے۔

اب ۶۰ھ میں رسول اللہ کی مسند الٰہیہ پر اسی خاندان کا چشم و چراغ رنگیلا شہزادہ معاویہ کا جگر بند۔ سفیان کا دل بند۔ ہندہ جگرخوار کا منظور نظر ظلم و جور کا پیکر۔ کفر و بے دینی کا گنبد۔ فتنہ و شر انگیزی کا مشل اپنے بڑوں کے خیمہ۔ فسق و فجور کا بانی۔ عیش و نشاط عشق و شراب خواری کا متوالا۔ نحس پلید یعنی یزید ابن معاویہ متمکن ہو گیا۔ یہ یزید جس کی ماں بہ جدل کلبی

پرندوں اور کتوں کا عاشق اور شائق تھا۔ بندر چیتے پالتا۔ شراب وکباب کی مجلس ہر وقت گرم رکھتا۔ گوئیے اور رقاصہ عورتیں اور لونڈے غول در غول دربار میں ہر وقت حاضر رہا کرتے۔ اس کے فسق و فجور کا اثر اس کے اصحاب و عمال و مریدوں پر کافی پڑ چکا تھا۔ بلکہ مکّہ اور مدینہ تک میں اس ملعون کے عہد میں رنگ رنگ کی محفلیں جمنے اور کھیل کود کے جلسے جاری رہنے لگے۔ لوگ کھُلے خزانے اس عہد میں شرابیں پیتے اور رقص و سرود برپا رکھتے۔ یہ مسلمانوں کا خلیفہ ماؤں۔ بہنوں۔ بیٹیوں۔ پھوپھیوں کے ساتھ زنا کرتا اور شراب کثرت سے پیتا۔ اور نمازیں ترک و روزہ ندارد۔ اس کا اصلی کام دین اسلام کو برباد کرنا اور کھلم کھلا توہین کرنا تھا اسی خلیفہ کے حکم سے مسرف بدعاقبت نے مدینہ کو نیے چراغ کر دیا تھا تین روز متواتر لشکر پر شہر مدینہ والوں کے جان و مال ننگ و ناموس کو حلال و مباح رکھا۔ سترہ سو انصار و مہاجرین و علما و تابعین اسی معرکہ میں تہ تیغ بے دریغ ہوئے۔ عوام شہر سے زن و مرد و اطفال دس ہزار مارے گئے۔ سات سو حفاظ قرآن اور کتنے قریشی جاں بحق ہوئے اس قدر فسق و فجور و زنا شامیوں نے کیا کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتیں مدینہ کی اولاد زنا جنیں۔ مسجد رسول اللہ میں گھوڑے باندھے گئے کہ ان کا پیشاب اور لید قبر مطہر اور منبر پاک کے درمیان تک جاری و ساری ہو گیا۔ سگ و خوک نے مسجد شریف میں بسیرا کیا۔ غرض کہ مخبر صادق رسول عربی کی پیشنگوئی اَوَّلُ مَنْ یُّبَدِّلُ سُنَّتِیْ رَجُلٌ مِّنْ

کوئی صورت اسلام کے برقرار رہنے کی قطعی معلوم نہ ہوتی تھی۔ یہ وہ وقت
تھا کہ نہ بانئی اسلام اپنی محبّت وجانفشانی سے بوئے ہوئے شجرالاسلام
کو مرجھائے ہوئے اور برباد ہوتے ہوئے دیکھتے تھے کہ اس
کو اس نازک وقت میں دستِ ظلم معاندین سے بچاتے اور منافقوں کی
بیخ کنی سے محفوظ رکھتے اور نہ کوئی اصلی خیرخواہِ اسلام دکھائی دیتا تھا جو اس
وقت میں اسلام کی شریعت یعنی شریعتِ محمّدیؐ کی حفاظت کرکے اس کو
گرداب بلا سے نجات دے۔ ہاں۔ ہاں۔ بے شک اُسی معظم ومحترم
خاندان کا ایک رکن۔ پنجتن پاک کا آخری وجود۔ پروردہ کنارِ رسول۔
رسول اللہ کی زبان اقدس کا چوسنے والا اُن کے کاندھوں پر سوار ہونے
والا۔ رسول اللہ کے علم وفضل وصبر کا اصلی وجائز وارث ومالک۔ اسلام
کا سچا خیرخواہ ومحافظ اور وہ راہِ مستقیم کا رہبر۔ دشمنانِ اسلام کی تمام بدکرداریوں
اور بدافعالیوں کا نہایت خاموشی اور صبر سے نظارہ کر رہا تھا۔ اور اسی
فکر میں تھا کہ کسی طرح اپنے نانا کے محنت سے بوئے ہوئے شجرِ اسلام
کو باطل ومنافقانہ کرتوتوں کی تیز وتند طوفان اور آندھیوں سے بچا دے

تباہی میں سفینہ آچکا تھا اُمّتِ جد کا
یہ کشتی بحرِ خوں میں ڈوب کر شہ نے نکالی ہے

اِسی معزز ہستی بانئی اسلام کے فرزند کو بنی اُمیّہ اپنی راہ میں کانٹا خیال

ے کہہ یزید فاسق و فاجر ہے اہل عدل اور ناموس اللہ و رسول کی
پیاری ہستی جس کی رگوں میں خون رسالت جوش مار رہا تھا چھیڑا اپنی
بیعت چاہی اور اس سے انکار پر قتل کی دھمکی دی۔ بھلا فرزند رسول
دلبند اسد اللہ الغالب کب ان روباہ صفت کی دھمکیوں کو خطرہ میں لا
سکتا تھا۔ یہ وہ ہستی تھی کہ جس کو حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن
محبوب رب العالمین کہا کرتے تھے جو رسولؐ کی زبان چوس چوس کر پرورش پایا تھا
جسکا گوشت و پوست۔ گوشت و پوست سید المرسلین تھا۔ جو اپنے جد امجد کا حقیقی
وصی و جانشین تھا۔ نصرت اسلام اور اعلائے کلمۂ حق کے لیے بسم اللہ
کہہ کے کمر ہمت چست باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے قوت بازو اپنے جان
نثار وفا شعار اطاعت گذار بھائی ابو الفضل العباس روحی لہٗ
الفدا کو سفر کی تیاری کا حکم صادر کیا حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن
کا بے مثال اور عدیم النظیر منظر دکھانے کے لئے اپنے مسکن مدینۂ رسول
کو چھوڑ کر بیت اللہ الحرام کا سفر اختیار کیا۔ اور ایام حج میں جب کہ اطراف
واکناف عالم سے مسلمان حج کرنے آئے تھے آں جناب واقعہ کی
اہمیت دکھاتے ہوئے اور احترام خانہ کعبہ مدنظر رکھتے ہوئے خوف
خونریزی سے حج کرنا ترک کر کے کہ جس سے تمام عالم اسلام میں یہ
خبر منتشر ہو گئی۔ کہ بنی امیہ کے ظلم و ستم و خونریزی سے احترام خانۂ کعبہ

کے جان و جگر۔ اس کے سیرت پر قدم بہ قدم چلنے والے اسلام کے سچے
شیدائی۔ توحید کے فدائی۔ اپنے زمانہ میں اسلام کے نبض شناس نے اپنے
نانا رسولؐ اللہ کی پیشینگوئی کے مطابق جب دیکھ اور سمجھ لیا کہ اب کھلم کھلا
علی الاعلان سیرت رسول۔ طریق نبوی سنّت الٰہی احکام دینی اور اصول
اسلامی میں پورا پورا تغیر و تبدل اور رخنے پڑ گئے ہیں اور اسلام کے پاک و
صاف نورانی احکام و اصول مٹنے لگے۔ یزید اور بنی امیّہ کی بدکاریاں بد
افعالیاں اور خلاف شریعت محمّدی ان کی سیرت ان کے طریقے و طور
بحیثیت خلیفہ رسول احکام الٰہی اور سیرت رسول اور سنّت نبوی اور اصول
اسلامی سمجھے جا کر حلال الٰہی حرام اور حرام الٰہی حلال و مباح قرار پا کر اسلام
کی حرمت و فوقیت و برتری و صداقت و حقانیّت ضائع ہو رہی ہے
تو اس وقت نواسۂ رسولؐ نے اسلام کی عظمت و وجاہت کے بقا کے
لئے کشتِ اسلام و شجرۂ ایمان کو کربلا میں پہنچ کر اپنے خوں سے سینچ کر
از سر نو سرسبز و شاداب بنا ہی چھوڑا اور اپنے جد امجد کی مشقت اور جانفشانیوں
کو ٹھکانے لگا گئے ورنہ آج یہ دنیا ظلم و کفر سے مملو ہوتی اور اسلام کا نام
بھی باقی نہ رہتا۔ اگرچہ معین الدین چشتیؒ اس مضمون کو خوب ادا کر گئے
ہیں۔ لیکن یہ چار رباعیات بھی شاید پسند مومنین ہوں):۔

(۱)

[illegible]

جاں باخت و نباخت قلعۂ محکمِ دیں

نکشادہ حصارِ لَا اِلٰہ ہست حسین

(۲)

شمسِ فلکِ رفعت و جاہ ہست حسین

بر اوجِ سپہر قربِ ماہ ہست حسین

من لَیْسَ کَمِثْلِہٖ اَحَدْ میگویم

نے آں کہ بنائے لَا اِلٰہ ہست حسین

(۳)

آں قبلہ نمائے لا الٰہ ہست حسینؑ

حقا کہ فدائے الٰہ ہست حسینؑ

خونش رقمش رجعت اللہ کشید

خود رنگِ حنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

(۴)

در روز و شب ام چو مہر و ماہ ہست حسینؑ

در رنج و غم ام پشت پناہ ہست حسینؑ

من والہٗ اُو چنانکہ اُو والہٗ حق

حق شاہدِ حال و خود گواہ ہست حسینؑ

جو کارِ اسلام انجام کو پہنچائے اور اس مہم کو اپنے سر سے سر کرے۔ بس اس توحید کے متوالے ہمّت کے دھنی نے توحید الٰہی کا پیغام پہنچایا۔ سوتی دنیا کو خوابِ غفلت سے جگایا۔ علم و حکمت کے دریا بہائے۔ شریعت اسلام کے احکام بتائے۔ نجات کے راستے دکھلائے۔ کفر و شرک کی بستیاں اجاڑیں۔ ظلم و جور کی بنیادیں اُکھاڑیں۔ توحید کے ڈنکے بجا دئیے۔ اسلام کے علم گاڑ دیئے۔ تکبیر کے نعروں سے دنیا گونج اٹھی۔ عبد و معبود کے تعلقات تعلیم کر دئیے۔ اگرچہ کور باطن اور ظاہر بین لوگوں کی نظروں میں حسینؑ کو شکست ہوئی۔ مگر تھوڑے ہی زمانے میں معلوم ہو گیا کہ نہیں نہیں حسینؑ کو شکست نہیں ہوئی۔ بلکہ بہت بڑی زبردست فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ آج دنیا میں کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ جو اپنے کو اولادِ بنی امیہ کہتا ہو۔ معرکۂ کربلا میں علاوہ انصار کے اٹھارہ بنی ہاشم جنگ راہِ خدا میں شہید ہوئے۔ جس میں ملّۂ بنی ہاشم کی نصرت اور خدمت دین ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ چنانچہ اُس کے حالات اب حوالۂ قلم کئے جاتے ہیں:-

---

باب اوّل

خاتم النبیین اور سیّد المرسلین کی پیشنگوئی شہادت حضرت جعفر طیّار کے موقع پر حضرت عباسؑ کے بارے میں

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آیہ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ الخ میں بشر الصابرین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں آیا ہے کیونکہ آں جناب نے موقع شہادت اور مصیبت میں اپنے بھائی جعفر ابن ابیطالب کے لئے یہ کلمہ اپنی زبان پر جاری فرمایا تھا۔ اور آں حضرت سے پہلے کسی نے یہ کلمہ نہیں کہا تھا جس کے بعد خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مجملاً کیفیت واقعہ شہادت حضرت جعفر طیار ابن ابیطالب کی جنگ موتہ میں یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے اک نامہ مشتمل بہ دعظ نصیحت اور متضمن امر ہدایت ہرقل بادشاہ روم کو روانہ فرمایا تھا۔ قاصد رسولؐ اثنائے راہ میں

اور قاصد کو بھی قتل کر دیا اور بادشاہ روم ہرقل کو اس واقعہ کی خبر لکھ کر بھیج
دی اور نیز یہ بھی لکھا کہ اب ضرور محمد کا لشکر آئیگا۔ مجھ کو بغیر آپ کی کمک
جنگ اور نصرت کے اُن سے مقابلہ کی طاقت نہیں اور مقاومت محال و
مشکل ہے۔ آپ میری مدد کے لئے لشکر ضرور روانہ کریں۔ بادشاہ روم نے
اُس کے عریضہ کے جواب میں اک لشکر عظیم الشان اس کی مدد کے لئے روانہ
کر دیا۔ تعداد لشکر کی ایک لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ جب یہاں رسول خدا کو یہ
خبر پہنچی تو حضرت نے بھی تین ہزار جنگ آزما بہادروں کا لشکر تیار کر کے
حضرت جعفرؓ طیار کو اس لشکر کا سردار معین کر کے فرمایا۔ کہ ہم نے تم سب لوگوں کو
کا سردار جعفر ابن ابی طالب اپنے بھائی کو کیا تم لوگ ان کی اطاعت
میں رہنا۔ اگر وہ مارے جائیں تو زید کو سردار لشکر قرار دینا اور اگر وہ بھی
قتل ہوں تو عبداللہ بن رواحہ کو سردار لشکر بنانا۔ جس وقت آنحضرت یہ
فرما رہے تھے تو یہودیوں کا ایک عالم وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے کہا کہ
جب کوئی پیغمبر کسی لشکر کے حق میں اس طرح کہتا ہے کہ اگر وہ شخص قتل
ہو جائے تو فلاں شخص امیر ہو اور جب وہ بھی قتل ہو جائے تو فلاں شخص
امیر ہو تو وہ ضرور قتل ہو جاتے ہیں اگر سو نفر تک بھی اسی طرح حکم کرے
تو وہ سب کے سب قتل ہوں گے اگر یہ پیغمبر برحق ہیں تو ضرور ایسا ہی ہوگا
چنانچہ آخر ویسا ہی ہوا کہ اس لڑائی میں وہ تینوں شخص قتل ہوئے۔ الغرض

ارشاد پیغمبر علم اسلام اپنے ہاتھ میں لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر مقابل لشکر
کفار تشریف لائے۔ کثرت فوج سے میدان بھرا پایا دل میں خیال کیا
کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کفار جب دفعتہً ہجوم کریں۔ تو خدانخواستہ میرا قدم جنگ
سے اکھڑ جائے۔ اس خیال سے گھوڑے کو اپنے پئے کر دیا۔ تاکہ احتمال
فرار جاتا رہے اور پیادہ پا مصروف جہاد راہِ خدا ہوئے۔ جس طرح حیدر کرار
جنگ خندق میں پیادہ پا مصروف و مشغول جہاد تھے۔ الغرض برادر امیر المومنین
نے وہ جنگ کی کہ ملک فلک پر مرحبا و احسنت کی صدا دیتے تھے۔ مُلّا رفیع
باذل کشمیری فرماتے ہیں:-

صفِ دُشمناں را زہم می شگافت	بہرسو کہ با تیغ خود می شتافت
ہمی زد بشمشیر صف را بہ صف	بلب ہا بر آورد از قہر کف

لکھا ہے کہ اس جنگ میں چار سو سوار جرار حضرت جعفر طیار کے ہاتھ سے
داخل دار البوار ہوئے آخر اتنے کفار سے کہاں تک لڑتے۔ بہت زخمی
ہو گئے۔ جب خون جسم پاک سے بہت نکل گیا اور ضعف سے ڈگمگانے لگے
تو ایک جگہ ٹھہر گئے اور علم اسلام داہنے ہاتھ میں استوار پکڑے ہوئے تھے
کہ ایک شقی نے پہلو سے آ کر اک تلوار اس ہاتھ پر ماری کہ وہ ہاتھ جدا ہو
گیا۔ آپ نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اک ملعون نے کمین گاہ سے
دوسرے ہاتھ پر بھی تلوار لگائی وہ ہاتھ بھی جدا ہو گیا۔ سبحان اللہ کیا حمایت
اسلام تھی خیال کیا کہ اب علم سرنگوں ہوا جاہتا ہے۔ فوراً علم کو سینہ سے

حسین کی رسول خدا کی علمدار سے شہادت ملتی ہوئی ہے۔ انشاء اللہ آیندہ
اس کا ذکر آئے گا۔ اس طرف رسول خدا مسجد میں تشریف فرما تھے۔ جبکہ
عرصہ ہوا خبر جعفر طیار رسول کبار کو کچھ معلوم نہیں ہوئی۔ تب درگاہ رب العالمین
میں عرض کی کہ پروردگارا فراق جعفر شاق ہے۔ جعفر کے دیکھنے کے لئے
دل بیتاب ہے اس دعا کے کرتے ہی جناب رسول خدا کی آنکھوں
کے آگے سے پردے حجاب کے اٹھ گئے اور معرکہ جنگ من وعن
نظر آنے لگا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ ایک ہمراہی علمدار کا شہید ہوا۔ شعر

راہ خدا میں اس نے گنوایا ہے جان کو
لے کر چلے ہیں فوج پہ جعفر نشان کو

اس وقت اصحاب کبار سے یہ حال جناب رسول مقبول نے فرمایا
کہ جنگ میں موتہ کی یہ واقع پیش آیا سب ہمہ تن گوش بنے ہیں اور حالات
رسول خدا سے سن رہے ہیں کہ کیا دیکھتے ہیں۔ آنسو چشم مبارک میں بھر آئے
اور گویا اس طرح فرمایا کہ:۔

افسوس لطف زیست کا اٹھا جہاں سے
مارا لعینوں نے میرے بھائی کو جان سے

منجملہ اصحاب حیدر کرار نے جب رسول خدا کی زبانی خبر شہادت حضرت
جعفر سنی تو کلیجہ منہ کو آگیا بے اختیار آپ نے فرمایا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ
رَاجِعُون [illegible]

کے بعد یہ بھی فرمایا:-

بس ساتھ ہی یہ مژدۂ عشرت فزا دیئے
جعفر نے راہ حق میں جو بازو کٹا دیئے
خالق نے شاد ہو کے مراتب بڑھا دیئے
شہ پر زمردیں انہیں حق نے عطا کئے

سن کر یہ کی رسولؐ سے حیدر نے گفتگو
مولا مجھے بھی ہے اسی رتبہ کی آرزو
حسرت ہے راہ حق میں بہائیں میرا لہو
شہ پر ملیں مجھے بھی بڑھے میری آبرو

باتیں یہ سن کے احمد مختار نے کہا
کھاؤ نہ غم ہے ذات خدا واہب العطا
تقدیر میں تمہاری نہیں گو یہ مرتبہ
لیکن تمہارے لعل کو بخشے گا کبریا

وہ عبدِ خاصِ حضرت رب العباد ہے
جعفر سے مرتبہ کہیں اُس کا زیادہ ہے

جب جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بہ ارشاد فیض بنیاد مخبر صادق محبوب خدا سے سنا عرض کی یا رسول اللہ وہ کونسا فرزند ہے جس

عقد ان کا [illegible] سے ہوگا۔ اس وقت وہ [illegible] یا عاشق اس

جان اس کے بطن سے ایک فرزند نیکو ایسا شجاع اور جری تم کو عنایت فرمائے گا۔ کہ جس کا مرتبہ اور شان و شوکت کے آگے شجاعت حمزہ و جعفر قابل ذکر بھی نہ رہیں گے۔ نصرت حسین میں اس کے بھی دونوں ہاتھ کام آئیں گے اور اس کے عوض میں خداوند عالم اس کو دو شہپر یاقوت کے مرحمت فرمائے گا۔

ایسا جری جہاں میں نہ جرار ہوئے گا
فوج حسینؑ کا وہ علمدار ہوئے گا

شانے کٹا کے جعفر طیار ہوئے گا
اور فاطمہؑ کے لال کا دلدار ہوئے گا

صدقے رسولؐ آپ کے اس نور عین پر
قربان لاکھ جان سے ہوگا حسینؑ پر

خود مجھ کو اشتیاق تھا اس کا ہے کمال
حسرت یہ ہے کہ ہوگا نہ زندہ یہ پر ملال

آئے جو اس جہاں میں وہ بدر بے مثال
کہنا پس از دعا یہ مری آرزو کا حال

دیکھو قصور اس میں نہ زنہار کیجیو
پہلے مری طرف سے اسے پیار کیجیو

میں تھے اور یہاں اشتیاق دیدار اس کا رسول خدا کو تھا اور اس کی عزت وشوکت وفاداری وعشق امام حسین علیہ السلام کس محبت سے اور کن الفاظ میں رسول اللہ کی زبان مبارک پر جاری ہو رہے تھے۔ وہاں حضرات حمزہ اور جعفر طیار نے یہ اعلیٰ مراتب اس وقت پائے اور یہ درجے اس وقت حاصل کئے کہ علمداری رسول مقبول کی خدمت بجالا چکے اور اپنی جانیں آں حضرت پر فدا کر چکے اور یہاں قبل از پیدائش رسول اللہ علمدار حسینؑ ابو الفضل العباس کو حمزہ اور جعفر طیار پر ترجیح دے رہے ہیں۔ جس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ اُس عاشق خدا کا عاشق ہے۔ کہ جس کے عشق صادق کی خود خدا نے تصدیق کی محبوب خدا نے توثیق کی علی مرتضیٰ وصی محبوب خدا نے فخر کیا جو مختار بارگاہ خداوندی سے جس کی وجہ سے نجات اُمت مرحومہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئی جو باعث بقاء دین خدا ہوا جس کی جاں نثاری کی دھوم عرش سے فرش تک مچ گئی جس کی قربانی راہ خدا کے تذکرے تا قیام قیامت ہوتے رہیں گے اور دوسرے یہ وہ علمدار حسینؑ ہے کہ جب یوم شفاعت امیر المومنین جناب سیدہ سے پوچھیں گے کہ کیوں سیدہ یہ تو بتاؤ کہ تمہارے پاس اسباب شفاعت سے کیا کیا ہے اور کونسا ذخیرہ ایسے ہولناک روز کے لئے تم نے مہیا کر رکھا ہے جو اُمت عاصی کے کام آئے فَتَقُولَ فَاطِمَةَ

کے واسطے مرے فرزند عباسؑ کے دونوں دست بریدہ کافی ہیں سبحان
اللہ کیا مراتب جلیلہ ہیں علمدار حسینؑ کے ؎

باب دوم

امیرالمومنینؑ کی رسولؐ خدا سے اس مولود کا نام رکھنے کی استدعا امیرالمومنینؑ اور جناب سیّدہ کونین کی محزون گفتگو اور پر حسرت گفتگو اور جناب زینبؑ کو وصیّت کرنا معصومہ کا حضرت عباسؑ کے بارے میں

امیرالمومنینؑ خدمت بابرکت رسولؐ خدا میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ فدا ہو جان میری آپ پر مجھے دو فرزند خداوند عالم نے عطا فرمائے اُن کے خود ایزد پاک نے نام رکھے اب اگر بعد آپ کے وہ فرزند پیدا ہوا تو اس کا نام کون رکھے گا۔ چونکہ بعد خدا کے رسولؐ خدا کا مرتبہ ہے۔ گزارش ہے کہ نام اُس مولود کا آپ اپنی زبان مبارک سے تجویز فرما دیں کہ وقت ولادت

یہ سن کے سوچ میں گئے پیغمبر جلیل
نکلی مگر نہ نام کے رکھنے کی کچھ سبیل

نازل ہوئے زمین پہ اتنے میں جبرئیل
پس از سلام کی یہ محمدؐ سے قال وقیل

بے فائدہ حضور کی خاطر کو فکر ہے
اس وقت عرش پر اُسی لڑکے کا ذکر ہے

کہتا ہے کبریا یہ پس از تحفۂ سلام
ہوئے مرے نبی کو مبارک یہ لالہ فام

یوسف صفت عزیز ہے مجھ کو یہ صبح وشام
کیا خوب! میرے ہوتے رکھے کوئی اس کا نام

رکھوں گا نام آپ میں اس نورِ عین کا
عاشق ہے دل سے وہ مرے پیارے حسینؑ کا

عاشق مرا حسینؑ ذوالاقتدار ہے
اُس باوفا حسینؑ کا یہ جاں نثار ہے

اس پر ہر ایک طور مجھے اعتبار ہے
اس پر ازل سے خالق اکبر کا پیار ہے

شیر خدا کے مرتبے کا پاس چاہیے

مبارک محبوب خدا سے سُن کر بہت شاداں و فرحاں دولت سرا میں تشریف لائے اور سیدۂ کونین سے کل حال کہہ سنایا۔ جناب زہرا اس خبر کو سُن کر بہت مسرور ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ یا ابوالحسن اگر وہ لڑکا میرے حسینؑ کا عاشق ہوگا۔ تو میں جان و دل سے اس کی خدمت کروں گی۔ خداوند کرے جلد پردۂ غیب سے ظہور اس سرو سینہ کا ہو اور یہ فرمایا:۔

پیدا جہاں میں ہوگا جو عباسؑ نامور
حسرت ہے میں بناؤں گی اپنا اُسے پسر
ہوگا وہ سرو قد خراماں اِدھر اُدھر
چھوٹا سا اک رکھوں گی علم اُسکے دوش پر
سقا بنے وہ جعفر ثانی جہاں میں
ننھی سی ایک مشک بندھی ہو نشان میں
دیکھو یہ تم سے پہلے کہے رکھتی ہے بتول
عباسؑ کو میں پالوں گی اے نائب رسولؐ
زہرا کا پیار دیکھ کے حیدر ہوئے ملول
کہنے لگے یہ آپ کا کہنا بدل قبول
لیکن ہے دیر اُس گلِ نورس کے آنے میں
جب آئے گا وہ ہوں گی نہ آپ زمانے میں

اور مشک بھی اس علم میں آویزاں ہو گی۔ لیکن مرضی پروردگار یوں ہے کہ اُس وقت نہ میں ہوں گا اور نہ آپ کا وجود ہو گا۔ جس وقت یہ واقعات درپیش ہوں گے۔ اس وقت میرے فرزند علمدار حسینؑ کی نصرت و وفا و اطاعت زمانے میں یادگار ہو گی۔ یہ سُن کر سیدہ کونین جناب فاطمہ زہرؑا زار زار مثل ابر نوبہار رونے لگیں اور آپ کو نہایت رنج و ملال ہوا۔ اُس وقت جناب معصومہؑ نے ثانیٔ زہرا جناب زینب کبریٰ سے ارشاد فرمایا کہ اے میری پیاری بیٹی میں اس دار ناپائدار سے قضا کروں گی۔ تو میری وصیّت ہے گوش دل سے سنو اور یاد رکھو کہ میرے بعد تیرا اک بھائی میرے حسینؑ کا عاشق اور شیدائی پیدا ہو گا۔ تو تم اس کی پرورش اور خدمت کرنا اُس کا بہت خیال رکھنا کہ وہ تمہارے بھائی حسین فرزند رسول الثقلین کا ہر موقع پر ناصر و مددگار اور جاں نثار ہو گا۔ یہ کہکر جناب سیدہ بہت روئیں۔ اس وقت جناب زینب سلام اللہ علیہا نے دست بستہ عرض کی:۔

پالوں گی جان و دل سے میں اس نور عین کو
اماں سنو میں دیتی ہوں ضامن حسینؑ کو

یہ فضائل اور مرتبے ابوالفضل العباسؑ کے ہیں کہ کبھی رسول خدا اشتیاق لقائے علمدار حسینؑ ہوتے ہیں۔ امیرالمومنین کو نام رکھنے کی فکر ہوتی ہے۔ جناب سیدہ کونین اس کے پالنے اور اس کی پرورش کی آرزو کرتی ہیں۔

فقط نہیں سپرد ہوتی بلکہ فرماتی ہیں:۔

بولیں بتولؑ شرط ہے کچھ اور اس کے سات
اُس نے کہا میں لاؤں گی اس شیر کی برات
آنسو بہا کے بولیں بتولِؑ نکو صفات
لاشے پہ بال کھولیو جب وہ کٹائے ہات
سر پیٹیو کچھ اور نہ وسواس کیجیو
میری طرف سے ماتم عباسؑ کیجیو

باب سوم

عقد حضرت امُّ البنین کا جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ۔ ولادت باسعادت حضرت عباسؑ اور زیارتِ حسینِ مظلوم کیلئے بچپنے اور اضطراب

بعد وفاتِ حسرت آیاتِ سیدۂ کونین بنتِ رسول الثقلین برحسبِ مشیت
پروردگارِ عالم امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے
جو قبائل عرب کی نسبی حالات سے واقف اور ماہر اور بڑے نسّاب مشہور
تھے ارشاد فرمایا اے بھائی مشیت ایزدی ہے۔ کہ میں ایک ایسی محترم خاندان
کی خاتون سے عقد کروں کہ جس کے باپ دادا شجاعانِ عرب سے ہوں
تاکہ اس کے بطن سے ایک ایسا شجاع جری اور بہادر فرزند پیدا ہو جو فخر
شجاعتِ علی کہلانے کا مستحق اور سزاوار ہو اور جس کو نصرتِ حسینؑ کے لئے
ذخیرہ کر[illegible] جناب عقیل [illegible]

ام البنین [illegible] ان کو بیٹے [illegible] تھیں۔ اس [illegible] تھے کہ اِس زنِ صالحہ
کے آباواجداد سب شجاعانِ عرب کہلانے کے مستحق تھے اور ان سے بہتر جری و شجاع قابل عرب میں اس وقت نکلنا مشکل ہے۔ امیر المومنین نے بنابر مشورۂ جناب عقیل حضرت ام البنین سے عقد کر لیا اور بعد چندے نخلِ تمنا حضرت اُم البنین کا بار آور ہو کر اور ولادت باسعادت حضرت ابوالفضل العباس ہوئی۔

لکھا ہے کہ پیدا ہوا جب یہ مہِ انور
تشریف کہیں لے گئے تھے حیدرِ صفدر
لیتا تھا اُنہیں جو کوئی آغوش کے اندر
روتے تھے۔ مچلتے تھے۔ تڑپتے تھے برابر
ماں پاس تھا آرام نہ خواہر نہ پھوپھی کے
گویا تھے یہ مشتاقِ ملاقات کسی کے
ناگاہ وہاں آ گئے شہنشاہِ شہیداں
عباسؑ ہمکنے لگے سو گئے شہ ذی شاں
گودی میں جو بھائی نے لیا مثل دل و جاں
بشاش ہوئے بھول گئے نالہ و افغاں
یوں لپٹے تھے عباسؑ محمدؐ کے پسر سے
جس طرح لپٹتا ہے پسر اپنے پدر سے

تھرایا جگر سینہ میں طاری ہوئی رقت
بوسے لئے بس ننھے سے ہاتھو نکے بشدت
آغاز میں یاد آگیا انجام پسر کا
یہ روئے کہ آنکھوں سے بہا خون جگر کا

یہ ایک عجیب بات تھی کہ وقتِ ولادتِ حضرتِ زینب رسول مقبول بہت روئے تھے اور ثانی زہرا کے ننھے ہاتھوں اور بازوؤں کو چومتے تھے۔ اور وقت ولادت حضرت عباسؑ وصی بہت روئے اور ہاتھوں اور ننھے ننھے بازوؤں کو چومتے تھے۔ وہاں گویا یہ اشارہ تھا کہ یہ بازو اس ظلم سے باندھے جائیں گے اور یہاں یہ سبب ایما تھا کہ یہ ہاتھ بازوؤں سے تیغ ستم سے کاٹے جائینگے الغرض جناب امیرالمومنینؑ کو جس وقت روتے دیکھا تو سب نے بصد ادب خدمت میں وصی رسول کی عرض کیا کہ:-

شادی کے گھر میں نالہ و شیون روا نہیں
ہنسنے کا یہ مقام ہے رونے کی جا نہیں

اور عرض کی اے آقائے دو جہاں یہ ارشاد ہو کہ جس وقت سے یہ آپ کا دلبند ہوا ہے بجز رونے کے کسی کی گود میں آرام نہیں لیتا سوائے کنار حسینؑ کے:-

بس گود میں شبیر کے جاتے ہیں خوشی سے
ہنس ہنس کے لپٹتے ہیں حسینؑ ابن علیؑ سے

یہ سن کر امیر المومنینؑ رو کر فرمانے لگے:۔

فرمانے لگے رو کے شہِ یثرب و بطحا
بچے کو مرے سمجھے نہ بچہ کوئی اصلا
دامانِ حسینؑ آج سے اس نے ہے سنبھالا
تا وقت پہ حاصل کرے یہ دل کی تمنا
منصب جو ملا جعفر و حیدر کو نبیؐ سے
ان کو بھی ملے گا وہ حسین ابن علیؑ سے
شبیر کی سرکار کے مختار یہ ہوں گے
اور فوجِ حسینی کے علمدار یہ ہوں گے
بھائی کی مصیبت میں مددگار یہ ہوں گے
پانی کے لئے خون میں سرشار یہ ہوں گے
بے دست کرے گی سپہ بدسیر ان کو
جعفر کی طرح بخشے گا اللہ پر ان کو

باب چہارم

جناب ام البنین کا خواب اور جناب امیر المومنین کی تعبیر حضرت عباسؑ سے امیر المومنین کا کچھ ممتحنانہ سوال کرنا اور حضرت عباسؑ کا جواب اور قنبر سے سبقت کر کے امام حسینؑ کو پانی پلانا

اک شب جناب ام البنین خواب دیکھتی ہیں۔ کہ باغ پر بہار جنت نظیر میں گلِ بوستانِ حیدرِ کرار یعنی حضرت عباسؑ نامدار پھر رہے ہیں اور ایک دوش پر درختِ طوبیٰ لئے اور ایک دوش پر کوثر کے حامل ہیں مگر باوجود اس کے کہ حوضِ کوثر دوشِ مبارک پر ہے مگر تشنہ یعنی پیاسے ہیں یہ خواب دیکھ رہی تھیں کہ گھبرا کر آنکھیں کھول دیں دیکھا ابوالفضل محوِ خواب ہیں اٹھ کر اس ماہِ بنی ہاشم کے گرد پھریں اور جناب عباسؑ کا منہ چوما اور چونکایا اور پوچھا کہ اے جانِ مادر! اے فرزند ساقیٔ کوثر تم پیاسے تو نہیں ہو عرض کی حضرت عباسؑ نے اے مادر

جواب پاکر جناب ام البنین کو اطمینان ہوا اور اپنے دلبند سعادتمند کو پھر سلادیا۔
پر تمام شب اک اضطراب اور الجھن میں مشکل سے کٹی صبح نمودار ہوتے ہی آپ
خدمت مظہر العجائب اسد اللہ الغالب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئیں اور بعد
عرض سلام کے اپنا خواب بیان کر کے استدعا کی کہ اس کی تعبیر سے کنیز کو آگاہ
فرمایئے۔ اس لیئے کہ تمام رات اس خواب کو دیکھ کر مجھے اک الجھن سی رہی میں نے
آپ کے نور دیدہ کو جگا کر پوچھا بھی کہ تم پیاسے تو نہیں اس نے جواب دیا کہ اماں
میں بالکل سیر و سیراب ہوں چنانچہ میں نے اس اپنے پارہ جگر اور نورِ نظر کو سلادیا
اس مظہر اوصافِ خداوندی اور وصیؑ برحق نبیؐ نے یہ خواب سن کر تبسم فرمایا یعنے
مسکرائے اور پھر زار زار رونے لگے فرمایا اس اپنے خواب کی تعبیر نواسۂ رسول دلبندِ
بتول حسینؑ سے پوچھو۔ اس لئے کہ یہ خواب انہیں کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔
یہ فرمان امیر المومنینؑ سن کر جناب ام البنین نے اسی وقت فرزندِ رسول الثقلین شہزادۂ
کونین امام حسینؑ کے پاس جاکر اپنا خواب اُن سے تمام و کمال بیان کیا۔ یہ خواب
سن کر امام حسینؑ آبدیدہ ہوئے اور ارشاد فرمایا اے مادرِ گرامی ایک آئندہ آنے
والے حادثہ کی یہ خبر بطورِ پشینگوئی قدرت کی طرف سے ہوئی ہے۔ جس باغ میں
اپنے میرے قوّت بازو عباسؑ کو سیر کرتے دیکھا ہے وہ جنّت کا باغ یعنی گلزارِ جناں
ہے اور مراد طوبیٰ سے علم رسولؐ ہے جو عاشور کے دن میرے علمدار سپہ سالار لشکر
کے کاندھے پر ہوگا اور مراد کوثر سے مشک زبانی سے بھری ہوئی میری پیاری
بیٹی سکینہؑ کی ہے جسے میرا ناصر و مددگار بھائی میر افدائی نہر فرات پر بھرنے جائیگا۔

میرے قوّتِ بازو کے تیغ ظلم سے قلم کر دینگے اور اس مشک پر تیر ستم پڑے گا اور
پانی اس کا بہ جائیگا اور پانی پیاسی سکینہؑ تک نہ پہنچ سکے گا۔ جناب ام البنین یہ سنکر
سجدۂ شکر بجالائیں اور عباس علمدار کو بلا کر اُن کے صدقے ہوئیں اور شانوں
کے بار بار بوسے لیتی تھیں اور فرماتی تھیں بیٹا تم شیر خدا کے شیر ہو روز عاشورا
اپنے آقازادے کی نصرت میں اس سے بھی بڑھ کے کرنا اور کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہ کرنا تاکہ روز محشر بنتِ رسول شفیعۂ روز جزا فاطمہ زہراؑ سے مجھے محجوب و شرمسار نہ ہونا
پڑے اچھا یہ بتاؤ تم اپنی دائی کی دودھ پلائی کا کیا عوض دو گے۔ مجھے اور کچھ
نہیں چاہیئے۔ میری سفارش سیّد کونین سے کرنا کہ وہ میری شفاعت فرمائیں۔ مجھے
اپنے ساتھ اُن کے حضور میں لے چلنا تاکہ میں قدمبوسی سے شرفیاب ہوں اور
وہ مجھے اپنی کنیزی میں قبول کر کے ساتھ بہشت میں لے جائیں۔ اور اپنے
جوار رحمت میں جگہ دیں کہ جہاں تم بھی اور میرے شہزادے حسنین بھی ہونگے
چنانچہ ایسا ہی حضرت عباسؑ نے کیا اور نصرت و یاری میں اپنے مظلوم بھائی کے
شہید ہوئے اور تمام عمر امام حسینؑ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں گذاری شاعر
نے کیا خوب مرقع اس موقع کا کھینچا ہے کہتا ہے:۔

کہتے ہیں جسے عاشقِ شیدا ملک و ناس
اللہ کے شبیر ہیں شبیر کے عباس ؏

اس حسن ارادت سے یہ حضرت کے رہے پاس
جیسا تھا پیمبرؐ کا علیؑ کو ادب و پاس

اور حضرت شبیر کو ایمان سے زیادہ

مکتب میں ابھی جا کے سبق بھی نہ لیا تھا
تختی پہ رقم ایک الف تک نہ کیا تھا
پر چاہیے جو علم وہ خالق نے دیا تھا
آئینہ اخلاص بھی بے رنگ وریا تھا

تھا ذکرِ خطِ عارض شبیر زبان پر
قرآن تھا گویا مع تفسیر زبان پر

آثار تھے عرفاں کے عیاں رُخ سے جو سارے
اک روز علیؑ ممتحن اُن کے ہوئے بارے
فرمایا کہو ایک تو صدقہ میں تمہارے
جب ایک کہا بولے کہ اب دو کہو پیارے

سو طرح کا اک دل میں غم و رنج عیاں تھا
دو کہنے سے چہرہ پہ شش و پنج عیاں تھا

اس وقت وصیؐ احمد مختار سے عباس علمدار اس طرح گذارش کرنے لگا کہ اے باباجان جو کچھ ارشاد ہو بجان و دل بجالاؤں لیکن تقصیر معاف آپ کے خادم سے دو منہ سے نہ نکلے گا جیسے ایک غلام کہہ چکا ہے

منہ چوم کے بولے اسد اللہ پسر سے
رتبہ ہوا کامل کہ ملا شمس قمر سے

[illegible]

اللہ کے اخلاص نے یہ ذہن دیا ہے

کیا ترجمۂ سورۂ توحید کیا ہے

پھر اس طرح مستفسر ہوئے (یعنی پوچھنے لگے) کہ اے راہرو ثابت قدم جادۂ تسلیم و رضا اے زینتِ علمِ سید الشہدا:-

اس عمر میں پیارے یہ سبق کس نے پڑھایا
کیونکر تمہیں اللہ کا پہچاننا آیا

عباسؑ نے شبیر کو ہنس ہنس کے بتایا
کی عرض یہ فیض اپنے خداوند سے پایا

لاکھوں بنی آدمؑ ہیں پر اک سے جُدا ایک
بندوں میں حسینؑ ایک و عالم میں خدا ایک

یہ فقرات جناب عباسؑ سے سن کر امیر المومنینؑ سید الوصیین نے درگاہ رب العالمین میں عرض کی کہ اے حافظ حقیقی تو میرے نور دیدہ عباسؑ کو نظر بد سے بچانا کہ روز عاشورا اپنے مقصد دلی پہنچے اور فائز المرام ہو۔

روایت میں ہے کہ ایک روز وصیّ احمد مختار حیدر کرار مع اپنے اصحاب و انصار مسجد کوفہ میں مسند افروز دربار امامت تھے اور جناب امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ بھی آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے قنبر سے پانی طلب فرمایا۔ چونکہ قنبر اس وقت ہمہ تن گوش بنے ہوئے جان و

سن رہے تھے۔ امام حسینؑ کی آواز سننے میں غفلت ہوئی کہ آپ نے بہ تکرار
پانی طلب فرمایا اس وقت قوتِ بازو و جان نثار عاشقِ حسینؑ جناب عباسؑ
بہ خیال تشنگی اپنے آقا حسینؑ کے خود دوڑ کر ساغر آب بصد اضطراب اٹھا لائے
اور بوجہ تیز رفتاری کچھ پانی چھلک کر چہرہ مبارک پر گرا یہ حالت جناب امیرؑ
دیکھ کر رونے لگے اور بہ کمال محبت و شفقت منہ اور سر و گردن اور بالخصوص
شانوں کے بوسے لینے لگے اور فرمایا اے عباس :-

راضی ہے خدا خدمتِ اولاد نبیؐ میں
عباسؑ تمہاری تو سعادت ہے اسی میں

باب پنجم

جناب ابوالفضل العباسؑ کی مماثلت حضرت جعفر طیار علمدار نبوی اور مشابہت اخوت امیر المومنین علیہ السلام سے

جناب ابوالفضل العباسؑ کی شہادت مثل حضرت جعفر طیار بعینہ واقع ہوئی ہے ملاحظہ ہو کہ جس طرح حضرت جعفر طیار علمدار رسول خدا تھے اُسی طرح جناب عباسؑ کو منصب علمداری حاصل ہوا اور امام حسینؑ کے علمدار تھے۔ جس طرح شہادت حضرت جعفر طیار قریہ موتہ کے میدان میں بحالتِ غربت واقع ہوئی اسی طرح شہادت جناب عباسؑ غربت میں میدان کربلا قریہ نینوا میں ہوئی یہ وہ میدان اور قریہ ہے کہ اسی قریۂ ماریہ اور میدان کربلا میں اتفاقاً جس نبیؑ اور ولی کا یہاں سے گذر ہوا مبتلائے مصیبت و بلا ضرور ہوا ہے۔ جس طرح حضرت جعفر طیار نے اپنے بھائی اور ابن عم کی نصرت اور حمایت کی اور اپنی جان عزیز کو عزیز نہ کیا اور فدا ہو گئے۔ اسی طرح جناب عباسؑ نے اپنے بھائی کی نصرت اور حمایت کی

اپنی جان کو اپنے بھائی پر فدا کیا۔ جس طرح حضرت جعفر طیار نے مرتے دم تک
علم رسول خدا کی حفاظت کی اور اپنے جیتے جی اُسے گرنے نہ دیا اسی طرح حضرت
عباسؑ نے بھی علم حسینی کی حفاظت کی اور مرتے دم تک اُس کو جس جس طرح ممکن
ہوا سنبھالتے رہے اور اپنے جیتے جی گرنے نہ دیا۔ جس طرح حضرت جعفر طیار نے
اپنے دو ہاتھ راہ خدا میں کٹوائے اسی طرح جناب عباسؑ علمدار نے اپنے قوت بازو
کے لئے راہ خدا میں دونوں بازو نثار کئے۔ اب شہادت حضرت جعفر طیار اور شہادت
جناب عباسؑ میں جو فرق ہے وہ بھی عرض کردوں اور وہ یہ ہیں کہ اول جعفر طیار
تین روز کے بھوکے اور پیاسے نہ تھے۔ دوسرے کوئی سوکھی مشک لے کر پانی
لینے دریا پر نہیں گئے تھے۔ ان کو کسی طرح مشک بچانے کی فکر نہ تھی۔ بلکہ سیر
سیراب باطمینان تمام کفار سے لڑتے تھے۔ تیسرے یہ کہ حضرت جعفر طیار تنہا نہ
تھے بلکہ تین ہزار آدمی اُن کی نصرت و حمایت کے لئے ساتھ موجود تھے۔ برخلاف
جناب عباس علیہ السلام کے کہ سب انصار باوفا مارے جا چکے تھے۔ بھائی
بھتیجے بھانجے یار و مددگار مثل گوسفندان قربانی ریگ گرم میدانِ کربلا پر پڑے تھے
چوتھے ان سب باتوں سے اہم بات یہ تھی کہ جناب امام حسینؑ کی جدائی کا صدمہ
اور اہلبیت رسالتؐ کی تباہی اور بربادی کا اندیشہ حضرت عباسؑ کے قلب کو
مضطر کئے تھا اپنی جان کی پروا اصلا نہ تھی۔ مگر یہ ضرور چاہتے تھے کہ میرے بھائی
امام حسینؑ کی جان کسی طرح بچ جائے اور ان پر کوئی آسیب نہ آنے پائے
اہلبیت رسالتؐ تباہی اور بربادی سے بچ جائے اور سوکھی مشک پُر از آب

کفار کے تن سے جدا نہیں کیا تھا۔ حضرت عباسؑ کا سرِ مبارک مسلمانوں کے تن اقدس سے جدا کر کے نیزے پر بلند کیا تھا۔ اب مشابہت امیر المومنینؑ ملاحظہ ہو۔ امیر المومنینؑ نے جس طرح کنارِ رسول خداؐ میں پرورش پائی تھی۔ اسی طرح حضرت عباسؑ امام حسینؑ کی گودیوں کے پالے تھے۔ جس طرح بعد ولادت امیر المومنین لقائے رسولؐ کے واسطے بے چین تھے اور جب تک رسول اللہؐ نے اپنی گود ہی میں نہیں لیا امیر المومنین نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ اسی طرح بعد ولادت حضرت عباسؑ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے بے چین تھے اور کسی طرح آرام نہ لیتے تھے۔ جب امام حسینؑ نے اپنے قوتِ بازو کو گود میں لیا تو آنکھیں کھول دیں اور بھائی سے لپٹ گئے۔ بھائی کی زیارت کر کے اور کنارِ محبت میں پہنچ کر رونا موقوف کیا اور آرام لیا۔ جو نسبت کہ امیر المومنینؑ کو رسول خدا سے تھی وہی واسطہ اور نسبت جناب عباسؑ کو فرزند رسول الثقلین امام حسینؑ سے تھی۔ جس طرح حیدر کرار بارگاہِ رسول مختار اور نبیؐ کی سرکار میں ممتاز تھے اور بمنزلہ نفسؑ رسولؐ کے تھے۔ اسی طرح جناب عباسؑ سرکارِ حسینی میں ممتاز اور اگر بمنزلہ نفس حسینؑ کہا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔ بلکہ بجا اور درست ہوگا۔ اگر شبِ ہجرت جناب امیرؑ نے اپنے بھائی محمد مصطفےٰ صلعم پر جاں نثار کرنی چاہی اور جان فدا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ تاکہ رسول اللہ بچ جائیں اور ان کی ذات پر کوئی آسیب نہ پہنچے تو حضرت عباسؑ نے بھی روزِ عاشورا اپنے بھائی امام حسینؑ پر اپنی جان نثار کر دی اگر علم نصرت شیم رسول اللہؐ کا امیر المومنینؑ کے دوش حق نیوش پر رہا اور حقیقی علمداری

عباسؑ کو دیا اور اس منصب پر اپنے قوت بازو کو فائز کیا۔ اگر جناب امیرؑ نے بعیت رسولؐ میں بڑی بڑی معرکہ آرائیاں اور لڑائیاں فتح کیں تو حضرت عباسؑ نے بھی بروز عاشورہ وہ جنگ کی اور فرزند رسولؐ کی حمایت و نصرت میں ایسا کارنمایاں کیا کہ جس سے صفحات تاریخ بھرے پڑے اور تا قیامت جس کی نظیر ملنی محال ہے اگر جناب حیدر کرار نے درخیبر اکھاڑا تو جناب عباسؑ نے بھی دیوار آہنی محافظان دریائے فرات کی توڑی اور ان کے قدم اکھاڑ دئے واقعاً جناب میر انیس صاحب مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہٗ و نور اللہ مرقدہٗ کیا خوب اس مضمون کو اپنے مرثیہ میں ایک جگہ نظم فرما گئے ہیں۔ اگر اس بند کو ان کے الہامی بند کہا جائے۔ تو شاید بے جا نہ ہوگا فرماتے ہیں :۔

دو معرکے تا حشر نہ بھولے گا زمانہ   خیبر میں اکیلا اسد اللہ کا جانا
یہاں مشک لئے نہر پہ عباسؑ کا آنا   وہ باپ کا قصہ تھا یہ بیٹے کا فسانا

اس قلعہ کا در حیدر کرار نے توڑا
دیواروں کو لوہے کی علمدار نے توڑا

اگر جناب امیرؑ فرماتے تھے میں ایک غلام ہوں غلامان رسولؐ خدا سے تو حضرت عباسؑ بھی ہمیشہ امام حسینؑ کو یا سیدی و مولائی آخر دم تک کہتے رہے۔ کبھی برادری کا دعویٰ نہیں کیا ہمیشہ غلامی کا دعویٰ کرتے رہے۔ اگر امیر المومنینؑ اصحاب انصار رسولؐ میں شجاع اور وجیہہ ترین اصحاب سے تھے تو حضرت عباسؑ اصحاب امام حسینؑ میں شجاع اور وجیہہ ترین ناصر تھے ❖

باب ششم

حسن و شان و دبدبہ و جاہت ماہ بنی ہاشم اور آپکی شادی

اور اولاد اور عمدہ برادران

وَهُوَ كَانَ رَجُلاً وَسِيمًا جَمِيلاً يُقَالُ لَهُ قَمَرُ بَنِي هَاشِمٍ لِحُسْنِهِ وَبَهَائِهِ وَبَطَلاً ضِرْغَامًا جَسُورًا عَلَى طَعْنِ الرِّمَاحِ وَالضَّرْبِ فِي مَيدَانِ الْكِفَاحِ

جناب عباسؑ ایسے حسین خوبصورت و سیمین بدن اور ماہ طلعت تھے کہ بسبب کمالِ حسن و جمال کے اہل مدینہ اُس نوجوان عدیم المثال بدرِ کمال کو قمر بنی ہاشم کہہ کے پکارتے تھے اور فنونِ سپہ گری مثل شمشیر زنی و تیر افگنی و نیزہ بازی میں اپنا مثل و نظیر نہ رکھتے تھے۔ شجاعانِ عرب اُس کی شان و شوکت و دبدبہ اور بہادری کے آگے سرنگون تھے اور کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ مقابل دلبندِ اسد اللہ الغالب کے ہو سکے اور خوش قد و بلند قامت ایسے تھے اگر اسپ دور کابہ پر سوار ہوتے

اقدس کو آنکھوں سے لگاتی اور بوسہ لیتی تھی وجاہت کی یہ حالت تھی کہ لوگوں
کی نظروں تلے تصویر وجہ اللہ شیر خدا پھر جاتی تھی اور چہرۂ اقدس مثل ماہ شب
چہاردہ منور تھا۔ بات چیت چال چلن رفتار و گفتار میں شبیہ نامور امامت علی بن
ابی طالب تھے۔ دارائے صولت حیدریہ تھے۔ جب فوجوں پر حملہ فرماتے تھے تو
جیوش لشکر مثل بھیڑ بکریوں کے رُو بفرار لاتے تھے۔ اُن کے زمانے کے بڑے
بڑے شجاعانِ عرب آنکھ اس شیرِ خدا کے شیر سے ملانے کی قدرت نہ رکھتے تھے
ایک تو جمالِ جہاں آرائے ماہِ بنی ہاشم سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں دوسرے
رعبِ جلالِ دل بند شیر ذوالجلال سے روباہ صفت گریزاں ہوتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب کے صاحبزادے عبیداللہ کی دختر نیک اختر جنکا
تواریخ سے اسم مبارک لبابہ پتا چلتا ہے کا عقد جناب ابوالفضل العباسؑ سے ہوا
اور آپ کے بطن سے دو صاحبزادے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکوں کا نام
فضل اور عبداللہ تھا اور لڑکی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ جناب عباسؑ کے تین بھائی
اور تھے جو معرکۂ کربلا میں شہادت پر فائز ہوئے۔ ان تینوں بھائیوں کا اسمائے
مبارک عثمانؑ۔ عبداللہؑ اور جعفرؑ ہے۔ یہ تینوں امیرالمومنینؑ کے صاحب زادے
بھی خوب میدان کربلا میں لڑے اور بالآخر نصرتِ امام مظلوم سید الشہداؑ میں بروز
عاشورا کام آئے۔

بابِ ہفتم

جنابِ ابوالفضل العبّاس علیہ السلام کی شانِ معرفت اور امام حسینؑ کے ساتھ محبّت و مودّت و وفا

حدیث قدسی میں ہے کہ خدا نے فرمایا:۔ کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِکَی اُعرَفَ معنے یہ ہیں کہ:۔ میں گنجِ نہاں یعنے چھپا ہُوا خزانہ تھا۔ میں نے اس بات کو پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ لوگ مجھے پہچانیں۔ اس پہچاننے سے مراد کنہ ذات کا پہچاننا نہیں ہے۔

بیت

اے برتر از خیال و وہم و گماں ۔۔۔ وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

بلکہ آثار سے مخلوقات سے مصنوعاتِ عالم کے عقل سے۔ خدا کو پہچاننا مطلوب ہے۔ فَاِنَّ الاٰثَارَ تَدُلُّ عَلَی الخَالِقِ المُدَبِّرِ۔ بیشک آثار دلالت کرتے ہیں۔ کہ ان کا کوئی مؤثر ہے اور مخلوقات دلالت کرتے

اور اس معرفت کے درجات ہیں۔ جن کی مثالیں آگ کو اگر مثالاً کام لائیں تو
عام فہم اور سمجھ میں آنے کے لائق ہو۔

عـ۱ مثلاً آگ کو کسی نے دیکھا نہیں۔ مگر یہ سنا ہے کہ وہ ایسی چیز ہے کہ جو اس کے مقابل ہو اس میں وہ اثر کرتی ہے اور اس کی حرارت محسوس ہوتی ہے اگرچہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ پہلا درجہ معرفت کا یہ ہے۔ جو ادنیٰ درجہ ہے جیسا کہ مقلّدین اور ضعفائے مومنین محض سن کر خدا کے وجود کا بغیر دلیل کے یقین کر لیتے ہیں اور اس کو (محض الیقین) کہتے ہیں۔
اب ملاحظہ ہو کہ مخلوق میں سے وہ ذات جو نوری ہو۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ نار (یعنی آگ کی) خلقت نور سے ہے۔ تو اس کا درجۂ معرفت کیا ہوگا۔

عـ۲ دوسرا درجہ جو اس سے بڑھا ہوا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ اس کے پاس آگ کا دھواں پہنچا۔ اور اس نے سمجھا کہ ضرور پس پردہ کوئی چیز ہے جس کا اثر یہ دھواں دکھائی دیتا ہے اور یہ معرفت اُن لوگوں کے لئے ہے جو براہین یقینیہ سے اور مصنوعاتِ عالم سے صانع پر اور خدا کی ہستی پر استدلال کرتے ہیں اور یہی (علم الیقین) کا درجہ ہے۔
اب ملاحظہ ہو کہ اب اگر معرف کی ذات خود نوری بھی ہو اور وہ خود ہی علامت نور ہو اور منبع اس کا نور اصل اس کا نور ہو تو بتایئے اس کا درجہ معرفت کیا ہوگا۔

یہ مرتبہ اُن مومنین موقنین کا ہے۔ جو اس کی طرف سے فیض پاتے ہیں۔ اُن کے دل مطمئن ہیں۔ اس درجہ کی معرفت کو (عین الیقین) کہتے ہیں۔ اب ملاحظہ ہو کہ اگر کوئی نورانی مہد میں پلا ہو اور پروردۂ کنار نوری ہو تو اس کے احساس اور انقلاع اور معرفت کا کیا درجہ ہوگا۔

۴۔ چوتھا درجہ معرفت کا جو اس سے بھی بڑھا ہُوا ہے یہ ہے کہ وہ شخص خود اس آگ میں جل جائے اور فنا ہو جائے۔ پھر تو کیسا یقین آگ کا ہوگا۔ اور یہ درجہ اُن کو حاصل ہے جو فنا فی اللہ ہیں اور اعلائے مرتبہ عرفان و یقین پر پہنچے ہوئے ہیں اور اس مرتبہ کو (حق الیقین) کہتے ہیں۔ اب ملاحظہ ہو کہ اسی کو جناب امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا تھا:۔ لَوْ کُشِفَ الْغِطَآءَ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا یعنی اگر تمام پردے جو عبد و معبود کے درمیان حائل ہیں اٹھا دیئے جائیں تو بھی میرے یقین میں جو پہلے سے مجھے خدا کی بابت حاصل ہے۔ کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ جب اس مرتبہ پر انسان پہنچ جاتا ہے۔ تو منصف بہ صفات الٰہیہ ہو جاتا ہے۔ اب بتائیے کہ صلب امیر المومنینؑ سے اگر کوئی نور جدا ہو کر عالم ہستی میں آیا ہو اس کو انوار خدا یعنی خمسہ انوار طیبہ پنجتن اور خدا کی معرفت کس درجہ حاصل ہوگی اور درصورتیکہ آگ نہیں اس نور میں وہ ذات محو اور درجۂ فنا حاصل کئے ہو۔ وہ کون۔ نور دیدہ امیر المومنینؑ۔ برادر فرزند رسول الثقلین یعنی جناب ابوالفضل العباس روحی و ارواح المومنین لہ الفداء

عباسؑ ابن علی علیہ السلام معرفت الٰہی میں کامل ناقد البصیرت اور حق و باطل میں پورا پورا امتیاز رکھتے تھے۔

معرفتِ ابوالفضل العباسؑ کے ساتھی صداقت کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ضروری ہے مگر مختصراً اور چند سطروں میں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ خداوند عالم اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرماتا ہے۔ اے ایمان لانے والو خدا سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ساتھ رہو۔ جناب امیرؑ فرماتے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سلمان نے پوچھا یا رسول اللہ یہ آیت عام ہے یا خاص فرمایا مامور اس حکم کے عام لوگ ہیں کہ سب مومنوں کو حکم ہوا ہے کہ صادقین کے ساتھ رہو اور ان کی اطاعت کرو۔ مگر صادقین سے مراد خاص میرے بھائی علی ابن ابیطالبؑ اور ان کے اوصیاء ہیں۔ اب غور فرمایئے کہ کن لوگوں نے صادقین کا ساتھ دیا۔ تو ایسے لوگوں کی طرف اگر نظر دوڑائیے کہ وہ کون مومنین ہیں۔ جنہوں نے صادقین کا ساتھ دیا تو امتیازی حیثیت کی دو ہستیاں ملیں گی۔ امیر المومنین اور اُن کے پارہ جگر۔ نور دیدہ جناب ابوالفضل العباسؑ۔ باپ نے معلم صداقت رسول خدا کا ساتھ دیا۔ اور بیٹے نے روح صداقت صادق الوفا مظلوم کربلا سید الشہداءؑ کا ساتھ دیا۔ غالباً اب مجھے اس کو زیادہ تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں بس اتنا کہنا غالباً کافی ہوگا کہ جیسا علیؑ نے رسول اللہ سے صادق کا ساتھ دیا اور قمر بنی ہاشم نے امام حسینؑ سے صادق الوفا کا ساتھ دیا۔ اس کی مثال دنیا میں دوسری نہیں مل سکتی۔ اس میں کوئی

دیا ہے۔ مگر اختیار کی حیثیت انہیں دونوں بزرگوں کی تھی اور یہوں نے ابو الفضل عباس

صادق کا ساتھ دیتے۔ اس لیئے کہ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا جس کے

بارے میں خدا فرماتا ہے۔ اُن کے نور دیدہ تھے۔ نسل صداقت خود صادق اور صادق

کے باوفا رفیق ایسے رفیق کہ مرتے دم تک جب سے پیدا ہوئے اس وقت سے

آخر لمحۂ حیات دنیا تک ساتھ نہ چھوڑا حتی کہ اسی رفاقت میں صادق الوفا مظلوم کربلا

کی جان تک فدا کی۔

اب محبت و مودت اور وفائے عباسؑ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں ملاحظہ ہو

واضح ہو کہ محبت و مودت کے قریب قریب ایک ہی معنی ہیں بعضوں نے کہا

ہے کہ محبت عام ہے۔ خواہ امر حسن کے ساتھ ہو یا قبیح کے ساتھ اور مودت خاص

کر کے امر نیک کے ساتھ متعلق ہوئی تھی۔ اس لیئے خدا نے محبت اہلبیتؑ کے

بارے میں رسولؐ سے فرمایا قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ

فِي الْقُرْبٰى یعنی کہدو اے رسولؐ اُن لوگوں سے کہ ادائے رسالت کے عوض ہم تم

لوگوں سے کچھ نہیں چاہتے۔ مگر یہ کہ ہمارے اہلبیتؑ کیساتھ مودت یعنی دوستی رکھو۔

خلاصہ یہ کہ محبت کی دو قسمیں ہیں:۔ ایک طبعی جیسے ماں کو تھری اپنی اولاد سے

محبت ہوتی ہے۔ اگر طبعی نہ ہوتی تو بچے پرورش نہ پاتے۔ اور دوسری ارادی یعنے

کسی نفع دینی یا دنیاوی کے خیال سے محبت کی جائے۔ بعض قائل ہیں۔ کہ قوام عالم

اسی محبت پر ہے۔ دیکھئے خلاق عالم نے اسی اتحاد و محبت کے لیئے نماز جماعت

یومیہ و جمعہ و عیدین اور حج کو قرار دیا۔ بہرکیف محبت کے معنے سمجھنے چاہئیں۔ کہ

[illegible] ادراکہ

فیہ بحیث یحملہا علیٰ ما یقربہا الیہ یعنی محبت نفس کا میلان ہونا
کسی طرف بسبب کسی کمال کے جو اس میں پایا جاتا ہو کہ وہ کمال سبب ہوتا ہے
اس امر کا کہ نفس کو اس شے کے قریب کردے اور چونکہ کمال حقیقی خدا ہی کیواسطے
ہے تو جو کمال یا خوبی کوئی صاحب عقل اپنے میں یا کسی غیر میں دیکھتا ہے۔ تو
ان سب کو من اللہ و باللہ و الی اللہ سمجھتا ہے اور جب یہ سمجھ لیتا ہے تو اس کے
دل میں للہ و فی اللہ خدا کی محبت یا محبوب خدا کی محبت یا اس کی محبت جس کے
بارے میں محبوب خدا فرماتا ہے کہ جو خدا اسکے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور جس کو
خدا و رسولؐ دوست رکھتا ہے" پیدا ہوتی ہے۔ ذرا غور و تامل سے یہ بات سمجھ میں آتی
ہے کہ حُسینُ مِنّی وَ اَنَا مِنَ الحُسین کے رو سے اگر محمد مصطفٰے صلعم محبوب خدا
ہیں تو فرزند محبوب خدا رسول الثقلین امام حسینؑ بھی محبوب خدا ہے۔ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ
وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ کے رو سے اگر وصی رسول خدا خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا
ہے تو رسول محبوب خدا جس کے بارے میں انا من الحسین فرمائے اسکو دوست
رکھنا ضرور ہوا چونکہ یہ ہستی محبوب محبوب خدا ہے۔ اب اس محبوب محبوب خدا کی محبت
رکھنے والا اور اس کا جاں نثار لازمی طور سے اگر حسینؑ کا دوست ہے تو علیؑ کا دوست
ہے اگر علیؑ کا دوست ہے تو محبوب خدا کا دوست ہے اور محبوب خدا کا دوست
خدا کا دوست ہے۔ اس خدا و رسولؐ و علیؑ و حسینؑ کو دوست رکھنے والا جناب ابو الفضل
العباسؑ روحی لہ الفدا ہیں۔ جس نے محبت حسینؑ میں کیا جان فدا کی گویا محبت علیؑ

محبت و مودت جناب عباسؑ کس درجہ اور کس پایہ کی ہے اِس کو حسینؑ سمجھے یا خدا۔ ہماری کیا مجال کہ اس کا شمہ بھی بیان کر سکیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وفا کے معنی ہیں وعدے کا پورا کرنا۔ قرب اک وہ چیز ہے کہ جس کی صحبت و قرب تام حاصل ہونے کے بعد وہ اس کے اوصاف کا مظہر ہو جاتا ہے جیسے کہ امیر المومنین مظہر اوصاف خداوندی تھے مثال اس کی یہ ہے ا۔ اگر لوہے کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ اور قرب تام آگ سے لوہے کا یہ ہے تو ایک وقت ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ لوہا کبھی لوہا نہیں کہلاتا۔ بلکہ پارچہ آتش ہو کر متصف بہ اوصاف نار ہو جاتا ہے۔ امام حسینؑ نے بخشش امت کے لئے فدا ہونے کا جیسا وعدہ وفا کیا ہے وہ دنیا جانتی ہے اور خدا خود اس وعدہ وفائی کا مداح ہے۔ ایسے صادق الوفا کی محبت اور ایسی محبت کہ کبھی امام حسینؑ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ گویا سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ کیوں نہ جناب عباسؑ کو مظہر اوصاف امام حسین کر دیتی۔ وہاں بخشش امت کی وعدہ وفائی ہوئی تو یہاں نصرت ناخدائے کشتی امت کی وعدہ وفائی حضرت ابوالفضل بجا لائے۔ ایسی محبت و مودت وفا اس مصیبت کے وقت جناب عباسؑ نے امام حسینؑ سے کی ہے کہ از حضرت آدم تا ایندم نہ کسی نے اپنے بھائی کے ساتھ کی اور نہ تا قیام قیامت کوئی کرے گا۔ وفا کے اصلی معنی سوانح ماہ بنی ہاشم دیکھنے سے بخوبی سمجھ میں آ جاتے ہیں ؂

باب ہشتم

ولید کا امام حسینؑ کو بیعت یزید پلید کیلئے طلب کرنا بروقت مکالمہ امام حسینؑ کی آواز بلند ہونے پر حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبر اور نیز سترہ بنی ہاشم کا درانا ولید کے گھر میں نصرت امام کیلئے شمشیرہائے برہنہ لیکر داخل ہو جانا۔

بحارالانوار وغیرہ میں منقول ہے کہ معاویہ اور امام حسنؑ سے جب صلح ہو گئی اور حضرت نے اپنے اصحاب کے غدر اور بیوفائی سے گوشہ نشینی ہی میں مصلحت سمجھی۔ تو معاویہ سے فرمایا کہ اے معاویہ دیکھ میرے بھائی حسینؑ پر بیعت کے لئے ہرگز ہرگز جبر نہ کرنا۔ اس لئے کہ وہ کبھی تیری بیعت نہ کریں گے۔ مگر یہ کہ قتل ہو جائیں اور وہ قتل نہ ہوں گے جب تک کہ تمام اہلبیت قتل نہ ہو جائیں گے اور اُن کے اہلبیت

معاویہ بھی انجام پر نظر کرکے چپ ہو رہا۔ یہاں تک کہ جب اس کا وقت مرگ قریب ہوا تو اس نے اپنے بیٹے یزید کو طلب کیا اور سامنے بٹھا کر کہا کہ اے فرزند میں نے بڑے بڑے سرکشوں کو تیرے لئے ذلیل کر دیا اور بہت سے شہروں کو ہموار کر دیا اب یہ ملک و سلطنت تیرے لئے چھوڑے جاتا ہوں مگر تین شخصوں کا مجھے ڈر ہے کہ وہ ضرور تجھ سے مخالفت کریں گے اور تیری بیعت کو ہرگز منظور و قبول تا آخر نہ کریں گے ایک اُن میں سے عبداللہ ابن عمر ہے۔ دوسرا عبداللہ ابن زبیر ہے اور تیسرے حسین ابن علی ہیں پس عبداللہ ابن عمر وہ تیرے ساتھ ہے۔ اس کو ہمیشہ ملائے رکھنا اور اپنے سے کسی طرح جدا نہ ہونے دینا اور اس سے ہمیشہ بملاطفت پیش آنا تاکہ وہ برسر پرخاش نہ ہو۔ اور عبداللہ ابن زبیر اگر تیرے ہاتھ لگ جائے تو اُسے ٹکڑے ٹکڑے کرنا کیونکہ وہ تیری گھات میں اسی طرح ہے جیسے کہ شیر اپنے شکار کی گھات میں لگا رہتا ہے۔ باقی رہے امام حسینؑ تو جانتا ہے کہ انکو رسول خدا سے جو قربت ہے اور انکا گوشت و خون رسول خدا کا گوشت و خون ہے اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ اہل عراق ضرور انکو اپنے یہاں بلائیں گے اور پھر بیوفائی اور بدعہدی کرینگے۔ پس اگر حسین پر ظفر پایا تو بوجہ قربت رسول ان سے رعایت کرنا۔ اس کے چند دن بعد معاویہ واصل جہنم ہوا اور ۶۰ھ میں یزید تخت نشین ہوا اس نے بیٹھتے ہی ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کو خط لکھا کہ میرے لئے حسینؑ سے بیعت طلب کر اگر انکار کریں تو قتل کر اور انکا سر میرے پاس بھیج دے۔ جب یہ خط

مرواں نے کہا حسینؑ کبھی بیعت قبول نہ کریں گے اور اگر میں تیری جگہ ہوتا تو ضرور انکو
قتل کردیتا۔ ولید یہ سُن کر بہت متحیر ہوا اور کہنے لگا کاش میں نیست و نابود ہو جاتا۔
اور ایسے امر عظیم میں مبتلا نہ ہوتا۔ الغرض ولید نے امام حسینؑ کو رات کیوقت بُلوا بھیجا
حضرت بہ علم امامت اس کا مطلب سمجھ گئے۔ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو جمع کیا اور
فرمایا کہ ولید نے مجھے اس وقت بلایا ہے اور میں جانتا ہوں جس امر کی وہ مجھے
تکلیف دے گا۔ اور میں اسے ہرگز ہرگز قبول نہ کروں گا۔ پس تم لوگ مسلح ہو کر میرے
ساتھ رہو۔ جب میں اس کے پاس جاؤں تو تم سب دروازہ پر کھڑے رہنا اور
جب میری آواز بلند ہو تو بے تامل چلے آنا کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے
المختصر امام حسینؑ یہ فرما کر ولید کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں مروان بن حکم
کو بیٹھا پایا۔ ولید نے پہلے معاویہ کے مرنے کی خبر بیان کی بعد اس کے یزید کا
خط پڑھا جس میں ذکر بیعت تھا حضرت نے سن کر مصلحتاً فرمایا۔ کہ تو اس پردہ
شب میں بیعت پر راضی نہ ہوگا۔ بلکہ یہ چاہتا ہوگا کہ میں ظاہر بیعت کروں۔ تاکہ
سب لوگ واقف ہو جائیں۔ ولید نے کہا البتہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ نے
فرمایا حضرت نے فرمایا اچھا تو اس وقت میں جاتا ہوں کل صبح کو دیکھا جائے گا۔ کہ
میری رائے اس میں کیا ہوتی ہے۔ ولید نے قبول کیا اور کہا بسم اللہ اس وقت
آپ تشریف لے جاویں۔ مروان ملعون نے ولید سے کہا خدا کی قسم اگر حسینؑ اس
وقت چلے گئے اور بیعت نہ کی تو پھر کبھی تیرے ہاتھ نہ آویں گے جب تک کہ
بہت سے لوگ جانبین کے قتل نہ ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ اگر اسی وقت بیعت

بلند ہوئی تھی۔ کہ اٹھارہ انیس آدمی بنی ہاشم اہلبیت سے جن کے آگے آگے ماہ بنی ہاشم ابوالفضل العباسؑ ننگی تلواریں لئے گھر میں ولید کے آ گئے۔ پہلے ان میں جس نے تلوار بلند کی وہ عباسِ نامدار ابن حیدر کرارؑ اور حضرت علی اکبر تھے چاہا کہ مروان اور ولید کو قتل کریں۔ حضرت نے منع کیا اور فرمایا ہم اہلبیت رسول ہیں۔ ہمارا یہ شیوہ اور طریقہ نہیں ہے۔ کہ اپنی طرف سے لڑائی شروع کریں۔ یہ فرما کر صحیح وسالم مع عزیز و اقارب اپنے گھر تشریف لے آئے۔ حضرت عباسؑ ہر وقت اپنے بھائی امام حسینؑ پر جاں نثاری کے لئے حاضر رہتے تھے۔ آگے چل کر ناظرین قدم قدم پر ماہ بنی ہاشم کی وفا اور جانبازانہ اقدام کو ملاحظہ کریں گے ۔

باب نہم

روانگی امام حسینؑ کی مدینہ منوّرہ سے اہتمام سواری مخدرات عصمت و طہارت میں حضرت عباسؑ کا انہماک

کتب احادیث میں مثل بحار الانوار اور منتخب کے منقول ہے کہ جب امام حسینؑ نے مدینہ سے سفر عراق کا ارادہ کیا اور یہ خبر وحشت اثر تمام اہالئے مدینہ کو معلوم ہوئی۔ تو تمام شہر علی الخصوص محلہ بنی ہاشم میں ایک قیامت برپا ہوگئی۔ ہر گھر سے صدائے گریہ و بکا اور ماتم و عزا اور واسیدا واحسینا کی بلند تھی۔ تا اینکہ سب عورات ہاشمیہ نالاں و گریاں روتی پیٹتی در دولت دین پناہ نواسۂ رسول اللہ پر جمع ہوگئیں اور رونا شروع کیا۔ امام حسینؑ نے جب ملاحظہ فرمایا کہ حال ان عورات ہاشمیہ کا بہ سبب گریہ و بکا کے نہایت ہی متغیر ہے اس وقت سبط رسولؐ نے بکمال شفقت ان سب سے کلمات تسکین کے ارشاد کئے اور فرمایا کہ مجھ مظلوم کی مفارقت میں اس قدر نہ روؤ اور اس مصیبت عظمیٰ میں صبر اختیار کرو منقول ہے کہ یہ ارشاد

اے فرزند رسول خدا جبکہ ایسا سردار اور وارث ہمارا ہم سے جدا ہو اور بناچاری
ترک وطن کرے تو پھر ہم کیونکر نہ اپنا حال تباہ کریں اور اس سے زیادہ اور کونسی
مصیبت عظیم ہوگی کہ ہم اپنا رونا اس مصیبت کے لئے اٹھا رکھیں وَاللّٰہِ لِیَوْمُکَ
ھٰذَا لَنَا یَوْمَ مَاتَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَعَلِیُّ الْمُرْتَضٰی اے جگر گوشہ فاطمہ زہراؑ
اور اے نور نظر رسول خدا قسم بخدا آج کا ہمارے لئے وہی دن مصیبت کا ہے
جس روز جناب رسول خدا اور علی مرتضےٰ اور فاطمہ زہراؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی
تھی۔ بلکہ یہ دن اس سے بھی زیادہ روز مصیبت ہے۔ اس لئے کہ بعد آپ کے
ہمارا کوئی شفیق سرپرست باقی نہیں ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آج مدینہ ویران
اور خراب ہوتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ
اور جناب زینب سلام اللہ علیہا ان عورات کو تسلّی اور تشفّی کے کلمات کہہ رہے تھے
اور بہ حکم امام صبر کی تلقین فرما رہے تھے۔ کہ اسی اثناء میں اُمّ سلمہ زوجہ رسول
خدا با حال پریشاں گریاں و نالاں تشریف لائیں۔ اور فرمایا اے پارۂ جگر اور اے
نور نظر تو اپنی جدائی سے مجھے اس پیرانہ سالی میں محزون و مغموم نہ کر کہ تیری
مفارقت میں مجھے اپنی زندگی ناگوار اور دشوار ہے فَاِنِّیْ سَمِعْتُ جَدَّکَ
یَقُوْلُ یُقْتَلُ وَلَدِیَ الْحُسَیْنُ بِاَرْضِ عِرَاقَ اے میرے فرزند حسین تو ہرگز
سفر اختیار نہ کر کہ میں نے تیرے نانا رسول خدا سے مکرر سنا ہے کہ وہ حضرت
فرماتے تھے کہ یہ فرزند میرا حسینؑ زمین عراق پر شہید ہوگا فَقَالَ الْحُسَیْنُ

مَنۡ یَقۡتُلُنِیۡ وَ اَعۡرِفُ مَنۡ یُقۡتَلُ مَعِیَ مِنۡ شِیۡعَتِیۡ وَ اَھۡلِبَیۡتِیۡ جناب امام حسینؑ نے جواب دیا کہ اے نانی جان قسم بخدائے عزوجل مجھے بھی اس امرناگزیر کی خبر ہے۔ بلکہ میں واقف ہوں اس زمین سے جس پر کہ میں شہید ہونگا اور اے نانی جان میں خوب جانتا ہوں نام ونشان اس شخص کا کہ جو مجھے قتل کرے گا۔ اور اصحاب و انصار و اقربا میرے قتل ہوں گے۔ اُن سب شہدا کے نام سے بھی واقف ہوں۔ اے نانی جان اگر آپ فرمائیں۔ تو میں آپ کو دکھلادوں وہ جگہ کہ جہاں میں قتل ہوں گا یہ فرماکر حضرت نے اشارہ کیا طرف زمین کربلا کے منقول ہے کہ ساتھ ہی اشارہ اُس امام کونین کے زمین اس قدر پست ہو گئی کہ زمین کربلا پیش نظر تھی۔ اس وقت آنحضرت نے ام سلمہ کو مقتل اور مدفن اور مشہد اپنا دکھلایا۔ جب کہ مخدومہ عالم جناب اُم سلمہ نے مقتل اور مشہد اپنے فرزند کا ملاحظہ کیا۔ اس قدر روئیں کہ نوبت غش پہنچی۔ جبکہ حضرت نے حال اس معظمہ کا نہایت متغیر دیکھا۔ تو بہت سے کلمات تسکین فرمائے۔ اور کہا کہ اے مادر گرامی یہ وہ امرناگزیر ہے کہ بجز صبر و شکر کے چارہ نہیں ہے اور صبر کرنا اس مصیبت عظیم میں باعث خوشنودی خدا ہے۔ اس لئے جناب احدیت کو مقصود یہ ہے۔ کہ مجھے اپنی راہ میں بہ ظلم ظالمان بے دین شہید دیکھے اور سر میرا تن سے جدا ہو اور خداوند جلیل کو منظور یہ ہے کہ بعد میری شہادت کے میرے اہل حرم دربدر سر برہنہ بہ کمال ذلت و خواری مقید ہو کر پھرائے جائیں۔ اور ہمراہ میرے اطفال بھی ...

جب جناب [illegible] زار زار روئیں اور اضطراب
ہو کر فرمایا۔ اے نورِ چشم نانا تمہارے رسول خدا نے ایک مشت خاک مجھے دی
تھی۔ چنانچہ میں نے اُس خاک کو بکمال حفاظت شیشہ میں نگاہ رکھا ہے۔ جبکہ
امام حسینؑ نے یہ سنا ایک مشت خاک اٹھا کر آپ نے بھی جناب ام سلمہ کو دی
اور فرمایا کہ اے نانی جان اس خاک کو بھی دوسرے شیشہ میں ہمراہ اس شیشہ
کے بہ حفاظت رکھئے گا۔ اے جدۂ عالی مقدار جب کہ ان دونوں شیشوں سے
خون تازہ جوش مارتا پایئے گا۔ تو اس وقت یقین کر لیجئے گا کہ مَیں شہید ہو گیا۔
کتاب منتخب میں منقول ہے۔ کہ جب امام حسینؑ نے قصد سفر عراق کا کیا۔ تو
وہ تیسری تاریخ ماہ شعبان کی تھی۔ اس وقت محمد حنفیہ اور ابن عباس واسطے
رخصت کے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور
فرمایا کہ ابن عباسؓ کیا کہتے ہو اس امتِ جفاکار کے حق میں کہ جس نے نواسے
کو اپنے نبی کے اوارہ وطن کیا۔ اور قبر مطہر سے اس کے نانا کے بہ ظلم و ستم
اُسے جدا کیا اور وہ فرزند رسول ایسا مجبور و ناچار ہوئے کہ اسے یقین ہو جائے کہ
اگر میں ترک وطن نہ کروں گا۔ تو یہ اُمت جفاکار مجھے قتل کرے گی۔ اور کسی طرح
روضہ رسول پر رہنے نہ دے گی۔ پس وہ مظلوم خائف و ترساں سفر غربت اختیار
کرے۔ حالانکہ اس فرزند رسولؐ سے کوئی امر نامشروع اور کوئی گناہ سرزد
نہ ہوا ہو۔ جب کہ ابن عباسؓ نے حضرت کے ارشاد سے معلوم کیا کہ حضرت کو
وطن سے بدوں نکلنے کے کچھ چارہ نہیں ہے بہت روئے اور عرض کی کہ

کا قصد کیا ہے۔ تو پھر مجھے تعجب ہے کہ اپنے اہل حرم کو ایسے سفر پر خطر میں کیوں
اپنے ہمراہ لئے جاتے ہیں۔ حالانکہ محافظت اُن کی راہ میں بہت دشوار ہے
بلکہ میرے نزدیک یوں مناسب ہے۔ کہ آپ تنہا سفر اختیار کریں اور عورات و
اطفال کو وطن میں چھوڑ جائیں۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا اے ابن
عباس اطفال و عورات کا چھوڑ جانا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ میرے
جد بزرگوار رسول خدا نے مجھ سے فرمایا ہے کہ اے حسین لازم ہے تجھے کہ اپنے
اہل حرم کو اس سفر میں اپنے ہمراہ لے جا۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں خلاف
حکم رسول کروں۔ اور علاوہ اس کے یہ سب اہلبیت امانت رسول خدا ہیں
اور میرے سپرد ہیں۔ اور میری نظر میں کوئی شخص ایسا امین نہیں کہ یہ امانت
اس کے سپرد کروں اور آپ تنہا چلا جاؤں اور قطع نظر اس کے مرے
اہلبیت مجھ سے اس قدر مانوس ہیں۔ کہ ان سب کو مری جدائی کسی طرح گوارا
نہ ہوگی۔ جب تک کہ میں زندہ ہوں ہرگز مجھے تنہا نہ چھوڑیں گے۔ راوی کہتا
ہے۔ کہ ابن عباس اور حضرت اس طرح ہمکلام تھے۔ کہ ناگاہ آواز ایک
معظمہ کی پس پردہ سے آئی۔ کہ جنہوں نے بکمال غضب فرمایا کہ سبحان اللہ
اے ابن عباس آیا تمہیں یہ مناسب ہے۔ کہ تم ہمارے سردار اور ہمارے
وارث کو یہ مشورہ دو کہ وہ خود تنہا سفر کریں اور ہم بے وارثوں کو چھوڑ
جائیں۔ اے ابن عباس آیا کوئی وارث ہمارا زمانہ نے سوائے حسین کے
باقی رکھا ہے۔ کہ جو کفالت اور حمایت ہماری کرے یہ کب ممکن ہے کہ

... امیدوار

ہیں۔ کہ ہمیں سامنے اُن کے موت دے۔ ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ یہ کلمات

ان معظمہ کے سن کر میں بہت نادم ہوا اور بے حد رویا اور معلوم کیا میں نے

کہ یہ مخدومۂ کونین ثانیٔ زہرا جناب زینب کبریٰ دختر امیر المومنین تھیں سید

ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے ابو جعفر طبری سے اور اس نے واقدی اور زرارہ

ابن صالح سے نقل کیا ہے۔ کہ ان دونوں نے کہا جب کہ امام حسینؑ

نے مدینہ سے قصد سفر عراق کا کیا اور کوچ کرنے میں حضرت کو تین روز باقی

رہے۔ تو ہم خدمت باسعادتِ سید کونین امام حسینؑ میں حاضر ہوئے۔ پس

جبکہ ہم نے ان حضرت کو آمادہ سفر پایا۔ تو عرض کی یا ابن رسول اللہ اہل کوفہ کا

حال ہمیں خوب معلوم ہے۔ تمام اہل شہر اگرچہ قلباً طرف حضرت کے مائل

ہیں۔ لیکن ظاہر میں سب کے سب تلواریں لئے آپ کے قتل پر آمادہ

ہیں۔ پس ہماری رائے میں اُن کے قول پر اعتماد کرنا خالی از ضرر نہیں ہے،

جب کہ آنحضرت نے یہ خبر وحشت اثر زرارہ واقدی اور زرادہ کے سنی۔

تو دستِ حق پرست آسمان کی طرف بلند کیا فَفُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ

وَنَزَلَتِ الْمَلَائِکَۃُ عَدَدًا لَا یُحْصِیْھِمْ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ لَوْلَا

تَقَارُبُ الْاَشْیَاءِ وَحُبُوْطُ الْاَجْرِ لَقَاتَلْتُھُمْ ھٰؤُلَاءِ پس دیکھا

ہم نے کہ ساتھ ہی اشارے کے درہائے آسمان کشادہ ہو گئے۔ اور اس قدر

ملائکہ آسمان سے زمین پر نازل ہوئے۔ کہ گنتی و شمار ان کی سوائے خدا

کے ضائع ہونے کا نہ ہوتا۔ تو اس قدر ملائکہ کے ساتھ اُن اعدائے دین سے
مقابلہ اور مقاتلہ کرتے لیکن مجھے یہ یقین ہے اور میں خوب جانتا ہوں۔ اس
جگہ کو کہ جہاں میں اور میرے اعوان و انصار و اقربا شہید ہوں گے اور کوئی
ان میں سے سوائے میرے فرزند زین العابدین کے نہ بچے گا۔ کتاب ارشاد
میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ساتھ اپنے اسناد کے جناب امام جعفر صادقؑ سے
نقل کیا ہے کہ جب جناب امام حسینؑ نے مدینہ منورہ سے ارادہ سفر عراق کا
کیا۔ اس وقت فوج ملائکہ بے شمار نافہائے جنت پر سوار حاضر خدمت اس
امام ابرار کے ہوئی۔ پس اس فوج ملائکہ نے بعد تسلیم کے عرض کیا کہ اے
حجت خدا ہم وہ فوج ملائکہ ہیں کہ جناب اقدس الہٰی نے ہم سب کو اکثر
نصرت اور مدد سرور کائنات رسول خدا کے لئے معرکۂ بدر و احد میں بھیجا تھا۔
اور ہم نے اُن حضرت کی امداد کی تھی۔ اور اب ہم سب بہ حکم خداوند جلیل
واسطے آپ کی مدد و نصرت کے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا
کہ مشہد اور مدفن اور جائے قتل میرا زمین کربلا ہے۔ جب کہ میں اپنے
وعدگاہ اور اپنے مقتل پر پہنچوں گا۔ تو اس روز تم سب میرے پاس آنا۔ اس
وقت جیسا مناسب ہوگا وہ کیا جائے گا۔ پس حسب الارشاد وہ سب ملائکہ
رخصت ہو گئے۔ اور بعد اُن کے ایک فوج کثیر جنوں کی خدمت بابرکت
امام حسینؑ میں حاضر ہوئی اور بعد عرض سلام کے یوں گویا ہوئی کہ یا ابن رسول

کے یہاں بیعت ہے نہ آپ اعدائے دین کے ہاتھوں جور ہو کر آوارہ وطن ہو
اور ہم نصرت اور مدد آپ کی نہ کریں۔ اگر ارشاد ہو تو آپ کے اعدا کو ابھی جاکر
قتل کریں اور ایک کو اس قوم ستمگار سے باقی نہ رکھیں۔ بغیر اس کے کہ
حضرت یہاں سے حرکت فرمائیں۔ حضرت نے جنوں کی فوج سے ارشاد فرمایا
حق سبحانہٗ وتعالیٰ تم سب کو جزائے خیر دے کہ تم میری نصرت پر آمادہ ہوئے
لیکن کیا تم نے نہیں پڑھا آیہ کریمہ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ
وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ گو کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ جس جگہ تم ہوگے
اس جگہ موت تمہیں ڈھونڈھ لے گی۔ اگرچہ تم بہ سبب خوفِ مرگ کے
قلعہ ہائے مستحکم میں کیوں نہ ہو قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ
عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ۔ اور قرآن میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد
فرماتا ہے۔ کہ جن کا شہید ہونا علم الٰہی میں گذر چکا ہے۔ وہ لوگ ضرور اپنے
محل شہادت پر پہنچیں گے۔ پس اگر میں یہاں سے نہ جاؤں اور اسی جگہ قیام
کروں تو زمین کربلا کیونکہ میرا محل شہادت اور مدفن ہوگا۔ پس تم سب کو میں
نے برضا و رغبت رخصت کیا تم اپنی جگہ پر جاؤ اور دسویں تاریخ ماہ محرم کی
میرے پاس حاضر ہونا۔ اس وقت جو امر کے موافق رضائے خدائے عزوجل
ہوگا وہ کیا جائے گا۔ پس وہ فوج جنوں کی حسب الارشاد رخصت ہوگئی
جب حضرت نے ان سب مرحلوں سے فراغت حاصل کی تو اپنے سپہ سالار
ابوالفضل العباس کو طلب فرمایا اور ارشاد ہوا بھائی عباس سامان

مقرر تھا۔ اٹھارہ بنی ہاشم اعزائے امام حسینؑ بسرکردگی ماہ بنی ہاشم سواری
کجاووں محملوں اور مراکب کا اہتمام بصد احتشام کر رہے تھے۔ در دولت
کے سامنے قناتیں گھیر دی گئیں تھیں۔ قناتوں کے گرد حضرت عونؑ و محمدؑ
و قاسمؑ و علی اکبرؑ و حضرت عباسؑ دیکھ بھال میں مشغول تھے۔ کہ سراپردہ عصمت و
طہارت اٹھا اور نور خامس آل عبا علیہ التحیتہ و الثنائ سے ارض و سما منور ہو
گیا۔ حضرت باہر تشریف لائے۔ ارشاد ہوا کہاں ہیں میرے بھائی عباس۔
ماہ بنی ہاشم لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ فرمایا عباس
سب سامان سفر درست ہے۔ عرض کرتے ہیں حضرت عباسؑ یا مولا حسب
الحکم سب سامان حاضر ہے۔ حکم ہوا لاؤ بھائی اہلبیتِ رسولؐ کو سوار کراؤ۔ حضرت
عباسؑ حرم محترم رسولؐ کو سوار کرانے کے خیال سے اہلبیتؑ کی خدمت
میں حاضر ہوئے تاکہ ان کو روانگی کے لئے تیار کریں۔ یہاں آکر معلوم ہوا
کہ جس وقت سے جناب صغرا نے سنا ہے۔ کہ بابا مجھے تنہا اس گھر میں جناب
ام سلمہ اور جناب ام البنین کی حفاظت میں چھوڑے جاتے ہیں۔ بہت بیتابانہ
رو رہی ہیں اور غش پہ غش آرہے ہیں۔ چنانچہ یہ خبر جناب عباسؑ نے جا کر
امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچائی۔ حضرت حرم سرا میں تشریف لائے دیکھا فاطمہ
صغرا عصا ٹیکتی باوجود نقاہت و ناتوانی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہونے
کو چلی آرہی ہیں۔ جب قریب پہنچیں عرض کی کہ بابا جائے انصاف ہے کہ
میرے بھائی اصغر شیر خوار تک کو آپ اپنے ہمراہ لئے جاتے ہیں اور مجھے

کہ آپ یتیم ابن یتیم ہیں یہ سن کر حضرت کو تاب ضبط باقی نہ رہی۔ بے اختیا
چشم پر آب ہو گئے:۔

نظم

صغرا کا تو یہ حال تھا مولا کو تھا سکتا
سینے سے لگاتے تھے اٹھا کر سر صغرا
فرماتے تھے کیوں روتی ہے اے باپ کی شیدا
وہ کہتی تھی تم چھوڑے ہوئے جاتے ہو بابا
کبرا و سکینہ تو چلیں ساتھ سفر میں
صغرا رہے رونے کو اس اجڑے ہوئے گھر میں

شہ نے کہا اے جان پدر یہ تیری قسمت
پر کی جو گوارا تیری بہنوں کی رفاقت
کبرا حسن سبز قبا کی ہے امانت
عباس دلاور کو سکینہ سے ہے الفت
زینب پھوپھی تری مرے اکبر پہ فدا ہے
اصغر مرا بانو کی ضعیفی کا عصا ہے

سب کنبہ میں میرا ابھی کوئی ہے کہ نہیں ہے
یا بیکس و بے وارث و والی یہ حزیں ہے
اب یاس ہوئی جینے سے مرنے کا یقیں ہے
صدقے گئی بیمار کو بیٹے سے ملادو
بابا مجھے بھیا علی اکبر سے ملادو

آئے علی اکبرؑ تو پکاری وہ دل افگار
پیاری تھی سکینہؑ چلی ہمراہ علمدارؑ
دعویٰ ہے ہمیں تم پہ گواہ اس کا ہے غفار
لے چلتے ہو بھیا ہمیں یا کرتے ہو انکار
کہ بالی سکینہؑ علی اصغرؑ کی بہن ہے
صغرا کو یہ ہے فخر کہ اکبر کی بہن ہے

بولے علی اکبرؑ کو یہ دشوار ہے بہنا
پر کوفہ میں آرام اگر پائیں گے بابا
ہم آکے وہاں سے تمہیں لے جائیں گے صغرا
تقدیر پکاری نہ وفا ہوگا یہ وعدا
سینہ سے ترے پار انی ہوگی اکبرؑ

منہ دیکھا عجب پاس سے ہم شکل نبی کا

آنسو تھے جو امڈے ہوئے بہنے لگا دریا

دل سے تو نہ نکلا پہ زباں سے کہا اچھا

بچ جاؤں گی گر موت سے لے جائیو بھائی

مختار ہو جب چاہیو تب آئیو بھائی

پھر وہ مغموم مایوس ہو کر باپ کی طرف بہ حسرت و یاس دیکھنے لگی اور کہا اے بابا بے آپ کے مجھے کیونکر چین آئے گا۔ جب یہ بھرا گھر خالی دیکھونگی تو میرا کیا حال ہوگا۔ اے بابا کسی طرح صبر نہیں آئے گا۔ یہ کہہ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑی جناب امام مظلوم نے رو دیا اور سر اٹھا کر سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ اے نور نظر:۔

نظم

گر مَیں تمہیں چھوڑوں یہ نہیں دل کو گوارا

لے جاؤں تو جینا نہیں ممکن ہے تمہارا

بچوّں میں کوئی تم سے زیادہ نہیں پیارا

مجبور ہوں بے ہجر کوئی اب نہیں چارا

فرقت میں صدا نالہ و فریاد کروں گا

گھبرائے کہا آپ کی الفت کے میں قرباں
پھر کس کو ہو گر آپ کو لونڈی کا نہ ہو دھیاں

صدقہ گئی صحت کا بھی ہو جائے گا ساماں
مولا کی توجہ ہے ہر اک درد کا درماں

جس پر نظر لطف مسیحِ دوسرا ہو
برسوں کا جو بیمار ہو اک دم میں شفا ہو

قرباں گئی اب تو بہت کم ہے نقاہت
تپ کی بھی ہے شدت میں کئی روز سے خفت

بستر سے میں خود اٹھ کے ٹہلتی بھی ہوں حضرت
پانی کی بھی خواہش ہے غذا پر بھی ہے رغبت

حضرت کی دعا سے مجھے صحت کا یقین ہے
اب تو مرے منہ کا بھی مزا تلخ نہیں ہے

سب رونے لگے سن کے یہ بیمار کی تقریر
چلائی سکینہؑ کہ میں صدقے مری ہمشیر

گھبرا کے یہ فرمانے لگے حضرت شبیرؑ
تم بیٹی کو سمجھاؤ کچھ اے بانوئے دلگیر

کم سن ہیں مسافر مجھے تشویش بڑی ہے
دن چڑھ گیا ہے آج کی منزل بھی کڑی ہے

چلائی وہ ناشاد کہ ہے ہے مری بھائی

زینبؑ نے کہا گھر سے نکلتی ہوں میں بھائی
مرجانے سے کچھ کم نہیں صغرا کی جُدائی
گھر لٹتا ہے کس طرح قیامت نہ بپا ہو
پہلا ہے یہ غم آگے خدا جانے کیا ہو

آغاز سفر میں تو یہ ماتم پہ ہے یہ کہرام
کیا دیکھیں دکھاتا ہے اس آغاز کا انجام
جنگل ہو کہ بستی ہو کہاں راحت و آرام
ماں روئے گی بیٹی سے بچھڑ کر سحر و شام
گلشن بھی ہے جنگل جو کلیجہ نہ ہو بر میں
بہلے گی وہ چھوڑیں گے اکیلے جسے گھر میں

صغرا نے کہا آپ کی باتوں کے میں قربان
تم جان بچا لو کہ میں لونڈی ہوں پھوپھی جان
بیٹی ہو علیؑ کی مری مشکل کرو آسان
جیتی رہی صغرا تو نہ بھولے گی یہ احسان
کچھ بات بجز گریہ و زاری نہیں کرتیں
اماں تو سفارش بھی ہماری نہیں کرتیں

ہائے میں اپنا حال دل کس سے کہوں۔ جو باپ کی پیاری بیٹیاں

کا آزار ہے۔ اس سے ماں بہنوں کو میری محبت نہیں رہی۔ خبر نہ پوچھے کوئی اللہ ہمارا ابھی ہے۔ اس وقت نہ پوچھیں جب قبر میں سوؤں گی تو البتہ میں انہیں یاد آؤں گی۔ ارے لوگو انصاف کرو کہ کیا دنیا میں کوئی بیمار نہیں ہوتا۔ کونسی تقصیر مجھ سے ہوئی کہ سب دفعتاً بیزار ہو گئے۔ ابھی تک زندہ ہوں۔ مگر مردہ کی طرح بھاری ہوں۔ الٰہی کونسا مجھے ایسا عارضہ ہے۔ کہ لوگ مجھ سے بھاگتے ہیں۔ کچھ اس کا بھید نہیں کھلتا۔ جس کی طرف دیکھتی ہوں وہی منہ چُراتا ہے۔

نظم

تپ کیا مجھے آئی کہ پیام اجل آیا
ہے ہے مری راحت کی بنا میں خلل آیا
چھوڑا مجھے سب نے جو سفر کا محل آیا
کیا خوب مرے نخل تمنا میں پھل آیا
دل سخت کیا ماں نے بھی غم ہے اسی کا
سچ کہتے ہیں دنیا میں نہیں کوئی کسی کا

کس کس کی شکایت کروں سب تو چاہنے والے ہیں۔ اماں کی محبت معلوم ہوئی۔ بابا کی وہ تقریر ہے۔ بہنوں کی یہ صورت۔ پھوپھی جان بھی کچھ نہیں بولتیں۔ یہ سب میری بد قسمتی کی برائی ہے۔ سب اچھے ہیں میری

کے عاشق تھے۔ دو دن سے خبر بھی نہ لی۔ قاسم تو کیا غرض کہ میری گریہ زاری

سن کر رحم کریں۔ سکینہ بہن اپنے چچا کو پیاری ہیں۔ خیر **بیت**

اللہ تو ہے گر کوئی غمخوار نہیں ہے

مٹی مری کچھ قبر کو دشوار نہیں ہے

اچھا بابا ہمیں نہ لے جائیں۔ لیکن اس وقت میری محبت معلوم ہوگی جب راہ میں اُن کو یہ خبر پہنچے گی کہ صغرا آپ کی جدائی میں جانبر نہ ہو سکی۔ تب فرمائیں گے کہ کنبے کی چاہنے والی مر گئی۔ افسوس قسمت نے سفر میں خبر مرگ دختر رنجور سنائی۔ ہائے جسے گھر میں چھوڑ آئے تھے۔ وہ سب سے پہلے منزل مقصود پر پہنچ گئی اور پھر کوئی لاکھ تلاش کرے میں نہ ملوں گی۔ اس وقت سب افسوس کریں گے۔ کہ صغرا کو ناحق ہاتھ سے کھویا۔ پر جب میں قبر میں پہنچی تو مجھے کیا کوئی گڑھا یا کوئی رویا۔ یہ صغرا کے بیان دردانگیز کسی سے نہ سنے جاتے تھے جناب علی اکبر یہ درد آمیز باتیں صغرا کی سن کر زار زار رونے لگے۔ اور فرمایا کیا کہیں بہن قسمت سے مجبور ہیں۔ یہی تقدیر میں لکھا ہے کہ ہم تم سے اور تم ہم سے جدا ہو۔ مگر تمہاری جدائی ایسی شاق ہے کہ ہم اپنی جان یہیں چھوڑے جاتے ہیں۔ خدا تمہیں صحت عطا کرے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جب بابا کو نہ میں پہنچیں گے اور اطمینان ہوگا تو ہم آ کر تمہیں لے جائیں گے خاطر جمع رکھو مگر اے بہن تقدیر سے مجبوری ہے۔ اگر خدانخواستہ تقدیر نے یاری نہ کی اور زیست سے ہاتھ دھونا پڑا تو میری وعدہ خلافی کو معاف کر دینا۔ یہ سُن کر صغرا بہت روئیں

کلمہ کہا کہ کلیجہ شق ہو گیا۔ بھائی جان تمہاری جُدائی کے صدمہ سے صغرا زندہ نہ بچے گی جب تم مجھے لینے آؤگے تو میری قبر پر فاتحہ پڑھ کر پچتاؤ گے۔ ممکن نہیں کہ تم مجھ سے جُدا ہو اور میں زندہ رہوں۔ ایک تم سے امید تھی تمہارا یہ حال ہے کہ سوائے رونے کے کچھ میرے کام کی بات نہیں کرتے اور اپنی مجبوریاں بیان کرتے ہو۔ بابا سے مجھ بیمار ستم رسیدہ کی سفارش نہیں کرتے ادھر تو یہ حال تھا اور گھر میں سب بیبیاں بھائی بہن کی باتیں سن کر روتی تھیں۔ اور اک عجب کہرام بپا تھا۔

نظم

رونے کا ادھر غل تھا کہ فضّہ یہ پکاری
تیار ہے ناموس محمدؐ کی سواری
دروازے کے نزدیک ہے زینبؑ کی عماری
کیا دیر ہے اب اے اسد اللہ کی پیاری
ہر بار قناتوں کے قریں آتے ہیں عباسؑ
اب جلد سواری ہو یہ فرماتے ہیں عباسؑ
شبیر نے رو کر کہا لو جاتے ہیں صغرؔا
جلد آتے ہیں یا خود تمہیں بلواتے ہیں صغرؔا
ہم سب تری تنہائی کا غم کھاتے ہیں صغرؔا

قربان پدر اب و غذا ترک نہ کرنا
بڑھ جائے گا آزار. دوا ترک نہ کرنا

بیٹی سے یہ فرما کے چلے قبلۂ عالم
ناموس محمدؐ بھی چلے ساتھ بصد غم
صغرا بھی چلی جاتی ہے روتی ہوئی باہم
ہمسائیاں باندھے ہوئے تھیں حلقۂ ماتم
راحت تھی جو سب گوشۂ ذی جاہ کے حرم سے
اک پیٹتی تھی ایک لپٹتی تھی قدم سے

غُل تھا شہِ ابرار خدا حافظ و ناصر
رانڈوں کے مددگار خدا حافظ و ناصر
اے خلق کے سردار خدا حافظ و ناصر
محتاجوں کے غم خوار خدا حافظ و ناصر
دکھ فاقوں کے عسرت کے الم کس سے کہیں گے
مشکل کوئی اب ہوگی تو ہم کس سے کہیں گے

شہ کہتے تھے اللہ مددگار ہے سب کا
انساں کی ہے کیا آس بھروسا ہے تو رب کا
ساماں کبھی غم کا کبھی عیش و طرب کا
مضطر نہیں فرزند شہنشاہ عرب کا

جس روز کہ شبیر کا دنیا سے سفر ہو

اے ہموطنو اب صبر کرو مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اگر خیریت شامل حال ہے تو جلد واپس آتے ہیں۔ میرے لئے دعائے خیر کرنا جس کی جزا خداوند عالم تمہیں نیک عطا فرمائے گا اور صبر کرنا کہ خدا صابروں کو دوست رکھتا ہے۔

نظم

یہ کہہ کے برآمد ہوا وہ خلق کا والی
ناقوں پہ چڑھے سب حرم سیدِ عالی
احباب بلکتے تھے تڑپتے تھے موالی
غل تھا کہ محمدؐ کا بھرا گھر ہوا خالی
یوں روتے تھے سب گردِ حسین ابن علیؑ کے
جس طرح سے ماتم تھا جنازے پہ علیؑ کے
کہتے تھے جوانانِ مدینہ یہی رو کر
اب ہم سے بچھڑ جائینگے ہے ہے علی اکبر
بیتاب ہیں احباب علمدار دلاور
روتا ہوا گرتا ہے کوئی آ کے قدم پر
ہر مرتبہ اشک آنکھوں میں بھر لاتے ہیں عباسؑ

[illegible] غم ہے جو ہم ان میں [illegible] ہیں زاری
اک ایک پہ اندوہ و غم و رنج ہے طاری
کہتے ہیں کہ اب تلخ ہوئی زیست ہماری
کیا ہوگا چلی جائے گی جس وقت سواری

جب آئیں گے یہاں نالہ و فریاد کریں گے
سب روئیں گے جب خُلقِ حسن یاد کرینگے

ہمجولیوں کا عون و محمّد کے یہ ہے حال
بیتاب ہیں سب روتے ہیں اس درد سے اطفال
اک ایک سے فرماتے ہیں وہ صاحبِ اقبال
بس بھائی ہو بس رونے سے آنکھیں ہوئیں لال

عزت ہے اطاعت میں امام دوسرا کی
پھر آئیں گے گر زیست نے اس سال وفا کی

در پر کوئی روتا ہے کوئی راہ گذر میں
تاریک ہے دنیا کسی غمگیں کی نظر میں
ہیں جمع محلے کی جو سب بیبیاں گھر میں
اک حشر ہے ناموسِ شہِ جن و بشر میں

سب مل کے بکا کرتے ہیں جب آتا ہے کوئی
یوں روتے ہیں جس طرح کہ مرجاتا ہے کوئی

سب کہتی ہیں [illegible]

پانی کی کمی گرمی کے دن خوف کا رستہ
وہ دھوپ پہاڑوں کی وہ لوں اور وہ صحرا
کیا سوچ کے اس فصل میں شپیر چلے ہیں
بچوں پہ کریں رحم کہ نازوں کے پلے ہیں
فرماتی تھیں زینبؑ نہیں بہنو کوئی چارا
قسمت میں تباہی ہے تو کیا زور ہمارا
گھر چھوڑ کے جانا ہے کسی کو بھی گوارا
مجبور ہے مضطر ہے یداللہ کا پیارا
ایام مصیبت کے ہیں تنہائی کے دن ہیں
غربت کی شبیں بادیہ پیمائی کے دن ہیں

باب دہم

امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں ورود چاہ کنی حضرت عباسؑ کی اور حصول آب کے لئے جد و جہد

بروایت بحار الانوار جب نواسۂ رسولؐ دل بند بتول شہزادہ کونین امام حسینؑ منزل ثعلبیہ پر پہنچے تو اُس منزل پر زبانی ایک شتر سوار کے خبر شہادت مسلم بن عقیل کی سُنی فَعَظُمَ ذٰلِکَ عَلَیْہِ وَاسْتَعْبَرَ وَاسْتَرْجَعَ وَبَکیٰ وَقَالَ رَحِمَ اللّٰہُ مُسْلِمًا فَقَدْ سَارَ اِلیٰ رُوحِ اللّٰہِ وَقَدْ مَضیٰ مَا عَلَیْہِ وَبَقِیَ مَا عَلَیْنَا۔ یعنی جب کہ یہ خبر وحشت اثر آنحضرت نے سُنی اشک چشم ہائے مبارک میں بھر آئے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن زبان پر بے اختیار جاری ہو گیا۔ اور حضرت رونے لگے۔ فرماتے تھے کہ خدا رحمت نازل کرے میرے بھائی مسلم پر کہ وہ راہیٔ جنت ہو گئے اور جو کچھ کہ انپر تھا اس سے بخوبی ادا ہو گئے یعنی مسلم بن عقیل امتحان میں ثابت قدم اور راہ خدا

انہیں بھی نسبت وہی فرماتے۔ حضرت نے مسلم کے دونوں جگر بند کو پاس بلایا
اور گریباں اُنکے چاک کر دیئے۔ سروں پر گردِ یتیمی ڈالی اور خیمۂ اہلبیت
کی طرف روانہ ہوئے۔ ناموس رسولؐ نے جب خبرِ شہادت حضرت مسلم سنی
بے حد گریہ و بکا کی۔ حضرت داخل خیمہ ہوئے۔ رقیہ بنت مسلم کو بلا کر گود میں بٹھا
لیا۔ اور دستِ شفقت سر پر پھیرا اور کہا بی بی تم یتیم ہو گئیں۔ ناموس محمدؐ کے
ساتھ تم بھی صفِ ماتم پر بیٹھو اور دل کھول کر ماتم کرو۔ اس وقت جو
قیامت اہل حرم میں بپا ہوئی اس کا نقشہ کھینچنا سہل نہیں۔ الغرض امام
علیہ السلام خیمے سے باہر تشریف لائے۔ اپنے سب ہمراہیوں کو جمع کیا اور
ایک خطبہ بلیغ پڑھا اور فرمایا ایہا الناس جو بلا کہ ہم پر نازل ہو رہی ہے۔
اس کو تم سب مشاہدہ کرتے ہو اور رنگ اس دنیائے فانی کا متغیر نظر
آتا ہے اور زمانہ نے کج رفتاری اختیار کی ہے اور اس دنیائے بیوفا
نے امورِ خیر سے رد گردانی اختیار کی ہے۔ بلکہ مصروف اور متوجہ فتنہ و فساد
کی طرف ہے اور امورِ خیر سے دنیا میں اب کچھ باقی نہیں ہے۔ مگر اس قدر
کہ جیسے کسی برتن پُر آب میں بعد گرا دینے پانی کے فی الجملہ تری رہ جاتی ہے
آیا نہیں دیکھتے کہ اہلِ دنیا نے امور نیک اور حق کو بالکل ہی ترک کر دیا
ہے۔ اور ہر شخص متوجہ ہے طرف امور باطلہ کے پس ہر مومن کو چاہئے۔ کہ
ایسے وقت میں مشتاق ملاقات پروردگار اور آرزومند مرگ رہے۔ اور میں
اس زندگی سے جو ہمراہ اعدائے دین کے ہو مرگ کو بہتر اور افضل جانتا ہوں

عراق اپنا امام جانیں۔ اور جو لوگ کہ مدعی ہماری دوستی اور محبت کے ہیں۔
ہماری نصرت اور مدد کریں گے۔ تو تم سب بھی منتفع اور کامیاب ہو لیکن اب
مجھے معلوم ہوا کہ میرے بھائی مسلم بن عقیل اور ہانی ابن عروہ اور عبداللہ بن یقطر
کو اہل کوفہ نے شہید کیا اور ان سے بدغا پیش آئے اور کوفیوں نے ہمارا
ساتھ چھوڑ دیا۔ اور سب ہماری نصرت سے دستبردار ہوئے۔ بلکہ درپئے آزار
ہیں پس اب میں تم سب کو برضا و برغبت اجازت دیتا ہوں۔ کہ جو تم میں سے
چاہے اپنے گھر کو پھر جائے ہرگز وہ شخص عنداللہ ماخوذ نہ ہوگا۔ امام علیہ السلام
سے یہ سن کر بہتوں نے حضرت کا ساتھ چھوڑ دیا فقط چند اشخاص جو مدینہ
منورہ سے ساتھ آئے تھے۔ ہمراہ آنحضرتؑ کے باقی رہ گئے۔ جن کی تعداد
ایک سو بیس نفر سے کسی طرح زیادہ نہ تھی۔ الحاصل حضرت اگلی منزل کی طرف
روانہ ہوئے۔ رفقا سے فرمایا کہ اب وہ منزل ہولناک درپیش ہے کہ جس میں
کوسوں پانی کا پتہ نہیں ملتا۔ گرمی سخت اور چھوٹے چھوٹے بچّوں کا بھی
ساتھ ہے پکھالیں پانی سے بھر لو اور کافی پانی کا انتظام اس منزل سے
کر لو۔ اونٹوں پر ساتھ ساتھ شرابے پانی سے بھر کر رکھ لو۔ الغرض
گل بستان نبی منزل قصر بنی مقاتل کی طرف روانہ ہوا۔ صحرائے ریگ زار
میں آفتاب عالم تاب شدّت سے شعلہ فشاں ہے۔ آفتاب کی حدّت ایک
طرف اور لوں کا چلنا ایک طرف گلہائے چمنستان زہرا و علی تمازت آفتاب سے
مرجھائے جا رہے ہیں لیکن امام حسینؑ نے باوجود اس کے کہ بھائی کی خبر شہادت

نہیں ہٹاتے ثبات قدم اور قوت ارادی میں قطعاً فرق نہیں بلکہ جادۂ صبر و
رضا پر ثابت قدم رہنے کی تعلیم دیتے جاتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کچھ وہ
مبارک ہستیاں تھیں۔ جو اپنا وعدہ پورا کر چکیں اور کچھ ایسے وجود ہیں۔ جو انتظار
کی اہم اور دشوار گذار گھڑیاں آہ سرد بھر بھر کر کاٹ رہے ہیں پر معاملات
قضا و قدر میں سر مو فرق نہیں ہو سکتا۔ اسی اثنا میں ہمراہیوں سے ایک کی
زبان پر بآواز بلند نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ حضرت نے وجہ دریافت کی عرض کی اے
آقائے دو جہاں ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے وہ سامنے کوفہ کا نخلستان نظر
آرہا ہے۔ درختوں کے پتّے شہادت حضرت مسلم پر کف افسوس مل رہے ہیں
اور درختوں کی شاخوں کا جھوم جھوم کر نعرہ ہے کہ بے گناہ کے خون کا انتقام
لینے والے شجاع اور بہادر آئیں۔ آپ نے فرمایا میرا قوّت بازو و تصویر
حیدر کرار کہاں ہے۔ یہ نظارہ اُن کو دکھانے کے قابل ہے۔ حضرت
عباسؑ سمعاً و طاعتاً کہتے ہوئے گھوڑا بڑھا کر سامنے حاضر ہوئے اور دست
ادب جوڑ کر عرض کرنے لگے۔ آقائے و مولائے غلام کا جہاں تک خیال ہے
اور نگاہ کام کرتی ہے۔ یہ کسی دستہ فوج کے نشان اور نیزوں کی سنائیں معلوم
ہوتی ہیں۔ اگر آپ کا حکم ہو تو اک اشارہ چشم پر اپنے آقا کے جاؤں اور سب
کے سر تن سے جدا کر کے حضور کے قدموں پر لا کر ڈھیر کر دوں۔ حضرت نے
فرمایا جان برادر جو کچھ تمہارا خیال ہے۔ حرف بہ حرف صحیح ہے۔ یہ فوج کوفہ سے
ہم غریبوں ... معلوم ہوتا ہے

ناموس رسول عربی کے لئے برپا کر دیں۔ ہنوز اہلبیت ناقوں سے اتر کر خیموں میں داخل ہی ہوئے تھے کہ ایک ہزار جوانوں کا رسالہ جسکا سردار حر ابن یزید ریاحی تھا۔ قریب آپہنچا۔ شہنشاہ کونین فرزند رسول الثقلین نور دیدہ حیدر کرار باکمال عزوشان و وقار حلقہ اتقیا و ابرار میں مثل ماہ شب چہاردہ کے جلوہ گر تھے۔ سب اصحاب جان نثار باچہرہ ہائے ضیابار جن کی پیشانیوں سے نشان ہائے سجدہ نمودار تھے مسلح بہ اسلحہ کارزار تلوارین حمائل کئے ہوئے مرگ پر آمادہ و تیار مثل انجم نور بار گرد اس ماہتاب امامت کے دست بستہ بہ کمال ادب سر جھکائے منتظر حکم کھڑے تھے۔ حضرت نے دیکھا کہ پیاس کی شدت سے ہر ایک سوار کا حال متغیر ہے۔ اور سب پانی نہ ملنے سے جاں بلب ہیں۔ حتےٰ کہ گھوڑے شدت تشنگی سے زبانیں نکالے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی قلب اقدس اس رحمۃ للعالمین کے جگر بند کا بے قرار ہو گیا۔ اصحاب و اقربا سے فرمایا کہ جلد لشکر حر کو مع راکب و مرکب کے پانی سے سیراب کرو کہ پیاسا رہنا ان کا مجھے ناگوار ہے۔ چنانچہ حسب الارشاد اس امام کونین کے سب رفقاء اور اقربائے مثل میں حضرت عباسؑ اور قاسم و علی اکبر و فرزندان مسلم بن عقیل و عون و محمدؑ کے کمریں باندھیں اور دامن گردان کے مشکیزے کاندھوں پر اٹھائے ایک ساعت بھی نہ گذری تھی۔ کہ ایک ہزار سوار کو آب سرد و خوشگوار سے سیراب کیا بعد طاسہائے بزرگ اور کاسہ ہائے آب ہاتھوں میں لے کر گھوڑوں کے سیراب کرنے کے لئے مستعد ہوئے۔ اور ہر ایک گھوڑے

فِيهَا ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا عُزِلَتْ عَنْهُ وَسَقَوْا آخَرَهَا حَتَّىٰ سَبَقُوْا كُلَّهَا منقول ہے کہ جب ایک گھوڑا ان میں سے تین چار بلکہ پانچ مرتبہ خوب سیر ہو کر منہ اپنا طاس سے اٹھالیتا تھا۔ تو اس وقت وہ طاس دوسرے گھوڑے کے سامنے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہزار گھوڑوں کو سیراب کیا۔ بعد اس کے حضرت نے حُر سے سوال کیا کہ اے حُر آیا تو لشکر لے کر ہماری نصرت کو آیا ہے یا ہم سے بہ قصد جنگ آیا ہے۔ حُر نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میں بغرض نصرت نہیں آیا ہوں۔ بلکہ بہ حکم ابن زیاد آپ کے روکنے کو آیا ہوں یہ سن کر حضرت نے فرمایا لاحول ولا قوۃ اِلَّا بِاللّٰہِ العلی العظیم۔ حضرت حُر سے ایسا کلام ناگوار سن کر داخل خیمہ ہوئے۔ کہ اس اثناء میں آفتاب نے دائرہ نصف النہار سے طرف مغرب کے رُخ کیا اور وقت نماز ظہر داخل ہوا۔ اس وقت اذان ہوئی۔ پس جبکہ موذن اذان سے فارغ ہوا۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام خیمہ سے برآمد ہوئے۔ دیکھا کہ حُر بھی مع اپنے لشکر کے آمادہ نماز ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت نے حُر سے فرمایا کہ اے حُر آیا تو مع اپنے لشکر کے علیحدہ نماز پڑھے گا۔ حُر نے عرض کی اے فرزند رسول خدا کیا مجال ہے میری کہ باوصف موجود ہونے امام زمان کے میں علیحدہ نماز پڑھوں۔ بلکہ میں حضرت کے ساتھ ہی نماز پڑھوں گا حضرت نے دونوں لشکروں کو نماز پڑھائی۔ اسی طرح نماز عصر بھی حضرت نے پڑھائی بعد سلام کے لشکر حُر کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ بلیغ متضمن بحمد و ثنائے الٰہی اور

یہ یقین جانو کہ میں خود بہ خود اس طرف نہیں آیا ہوں۔ بلکہ جب تمہارے خطوط مکرر
میرے پاس اس مضمون کے پہنچے کہ ہم ہر عنوان آپ کے تابع فرمان ہیں
اور جو دوست ہے آپ کا وہ دوست ہے ہمارا اور جو دشمن ہے آپ کا وہ دشمن
ہے ہمارا چنانچہ حسب الطلب تمہارے میں آیا ہوں۔ اب اگر تم میرے آنے
سے ناراض ہو تو مجھ سے بیان کر دو میں آگے بڑھنے کا قصد نہ کروں۔ اور
یہیں سے واپس چلا جاؤں۔ حُر نے یہ سن کر عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ
فدوی کو مطلق حال اس نامہ و پیام کا نہیں ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ کس نے
طلب میں یہ خطوط آپ کو لکھے اور میں ملازم ابن زیاد کا ہوں مجھے اس کا
حکم یہ ہے کہ جس جگہ حضرت سے ملاقات ہو وہاں سے اُن کو کسی اور طرف
جانے نہ دوں اور جس طرح ہو سکے حضرت کو اسکے پاس لیچلوں۔ فَقَالَ یَا
حُرُّ اَلْمَوْتُ اَدْنٰی مِنْ ذَالِكَ وَاَمَرَ بِاَصْحَابِهٖ قُومُوْا وَارْكَبُوْا
فَرَكِبُوْا وَانْتَظَرُوْا حَتّٰی رَكِبَتْ نِسَائَهٗ وَاَطْفَالُهٗ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا
حَالَ الْقَوْمُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْاِنْصِرَافِ پس جبکہ حُر سے بیہودگی ابن
زیاد بدنہاد کی سنی فرمایا کہ اے حر کب ہو سکتا ہے کہ میں تیرے ساتھ قید ہو کر
اُس ملعون کے پاس جاؤں۔ میرے نزدیک اس ذلّت کے جانے سے مرنا
بہتر ہے بعد اس کے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ سوار ہو اور چلو۔ سنتے ہی اس ارشاد
فیض بنیاد کے سب جان نثار سوار ہوئے اور اہل حرم بھی محملوں میں جلوہ گر
ہوئے۔ جبکہ اصحاب باوفا نے قصد وہاں سے واپس ہونے کا کیا حُر مانع

اس قوم جفاکار اور اشرار سے دلیری چاہا۔ کہ ان اشقیا کو قتل کریں لیکن
بہ خیال اس کے کہ ایسا نہ ہو کہ جنگ و کارزار فرزند رسول مختار کو ناگوار ہو۔
اس لئے حضرت سے عرض کی کہ اے آقائے عالی وقار لشکر حر ہمیں جانے
سے روکتا ہے۔ اگر حکم ہو تو ان بے حیاؤں کو مار کر ہٹا دیں۔ اسد اللہ کا شیر
حضرت عباسؑ نامدار بھی بپھرا ہوا منتظر حکم کا کھڑا ہوا تھا۔ امام
حسینؑ کا رفقاء سے یہ سن کر چہرہ متغیر ہو گیا اور حر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے
حرماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ آخر تیرا قصد کیا ہے اور تو ہم سے کیا سلوک کرنا
چاہتا ہے۔ حضرت کی زبان سے یہ کلمہ سنتے ہی حر کو حمیت عرب دامنگیر ہوئی
اور مارے غصے کے تھر تھر کانپنے لگا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ اگر اور
کوئی شخص شجاعان عرب سے بایں جمعیت لشکر اور بہ این کر و فر میری
ماں کا اس طرح ذکر کرتا تو قسم بہ خدائے عزوجل میں بھی اس کی ماں کا ذکر
اسی طرح کرتا۔ تو اس میں میرے لئے کچھ ہی کیوں نہ ہوتا۔ لیکن ذکر آپ
کی والدہ ماجدہ کا کہ وہ صدف عصمت و طہارت اور معدن علم و حکمت اور سیدہ
عورات عالمیان اور مخدومۂ مخدرات دو جہان ہیں۔ کس کی مجال ہے۔ کہ
بدون وضو و طہارت کے سوائے مدح و ثنا اور صلوات و درود کے اور کچھ
زبان پر جاری کر سکے۔ حضرت نے حر سے فرمایا کہ پھر تیرا مطلب میرے روکنے
سے کیا ہے۔ حر نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میں کسی طرح آپ کو کسی
اور طرف جانے نہ دوں گا۔ حضرت نے فرمایا یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

حُر نے دیکھا کہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ وہ حضرت میرے ساتھ عبداللہ ابن زیاد
کے پاس چلیں تو حُر نے عرض کی یابن رسول اللہ اگر آپ کو ابن زیاد کے پاس
چلنے سے انکار قطعی ہے تو پھر آپ ایسی راہ اختیار کریں۔ کہ نہ وہ کوفہ کو جاتی
ہو اور نہ مدینہ کو تاکہ مجھے بھی کہنے کو جگہ ہو۔ حضرت نے یہ عرض حُر کی قبول
فرمائی اور راہ عذیب اور قادسیہ سے بائیں راستہ کی طرف میل کیا پر ہمراہ رکاب
سعادت انتساب حُر بھی رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مع اپنے اعزا اور انصار زمین
نینوا پر پہنچے۔ یہاں پہنچنا تھا کہ دفعتاً راہوار حضرت کا چلتے چلتے ٹھہر گیا ناچار
اسے چھوڑ کر حضرت دوسرے سمند تیز رفتار پر سوار ہوئے لیکن وہ بھی مثل پہلے
کے آگے نہ بڑھا چنانچہ بروایت مقتل ابو مخنف حضرت نے چھ گھوڑے بدلے
اور ہر چند چاہا کہ کوئی ان میں آگے بڑھے لیکن کسی نے بھی ایک قدم آگے
نہ رکھا۔ اس وقت حضرت نے وہاں کے باشندوں کو بلا کر پوچھا۔ کہ اس
سرزمین کا کیا نام ہے۔ عرض کی انہوں نے کہ آپ اس زمین کا نام نہ پوچھئے
اور جس طرح ہو سکے اس سرزمین سے گذر کر آگے ٹھہر جائیے۔ فرمایا حضرت
نے قسم ہے تم کو خداوند جہاں اور رسول انس و جاں کی کہ مجھے اس سرزمین
سے آگاہ کرو۔ تو سب نے عرض کی یُقَالُ لَهَا نِينَوىٰ فَقَالَ لَهَا اسْمٌ
غَيْرُ هٰذَا قَالُوا شَاطِئُ الْفُرَاتِ قَالَ هَلْ لَهَا اسْمٌ غَيْرُ
هٰذَيْنِ الْاسْمَيْنِ قَالُوا كَرْبَلَا کہا یابن رسول اللہ اس زمین کو صحرائے
نینوا کہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کچھ اور بھی اس کا نام ہے۔ عرض کی

سوال کیا اُن سے کہ ان دو ناموں کے سوا اور بھی کوئی نام اس
زمین کا ہے۔ عرض کی انہوں نے کربلا۔ پس جب کہ اس امام مظلوم نے
نام اس صحرا کا کربلا سنا۔ اک آہ پُر درد کھینچکر فرمایا کہ ایک مشت خاک مجھے اس
زمین کی اٹھا کر دو۔ حسب الارشاد اُن لوگوں نے ایک مشت خاک اُٹھا کر دی
حضرت نے اس خاک کو ہاتھ میں لے کر دوسرا ہاتھ اپنا جیب میں ڈالا۔ اور
اُس سے ایک مشتِ خاک نکالی اور فرمایا کہ یہ وہ خاک ہے کہ جس شب کو
میں پیدا ہوا تھا۔ اُسی شب کو جبرئیل بہ حکم رب الجلیل میرے جد امجد رسول خدا
کے پاس یہ خاک لے کر آئے تھے اور جبرئیل نے عرض کی تھی۔ کہ یارسول
اللہ یہ خاک اس جگہ کی ہے جس جگہ قبر مطہر اس شہزادے کی بنے گی پس
دیکھا میں نے یہ خاک اس خاک سے ملتی ہے۔ قسم بہ خدا یہ زمین جائے کرب و
بلا ہے۔ یہ واقعہ ۲ ماہ محرم الحرام کا ہے۔ چنانچہ حضرت نے اپنے انصار و رفقا
کے سامنے ساٹھ ہزار درہم کو تقریباً چار در چار میل اس زمین کو بنی رسد سے
خرید فرمایا اور حکم فرمایا کہ ہمارا سفر ختم ہوا خیمے بپا کر دو۔ الحاصل دوسری تاریخ
محرم الحرام کی حضرت وارد کربلا ہوئے اور عمر سعد ملعون بھی مع اپنے لشکر کے
آپہنچا۔ اور اس شقی نے اس قدر امام مظلومؑ کو تنگ کیا کہ نوبت بہ جنگ اور
کارزار پہنچی۔ اس شقی نے پانی تک امام علیہ السلام اور اُن کے بچوں پر
بند کر دیا اور العطش العطش کی صدائیں خیمہ حضرت سے بلند ہوئی اس وقت
فرزند رسول الثقلین امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ سقائے اہلبیت سے

بلبلا رہے ہیں۔ بلکہ جوانوں اور ضعیفوں کا بھی پیاس سے بُرا حال ہے چند اصحاب جو جواں ہوں اپنے ہمراہ لے کر کنواں کھودو شاید پانی نکل آئے اور بچے سیراب ہو سکیں۔ ساقئے کوثر کا دلدار عباسؑ نامدار حکم پاتے ہی مع چند اصحاب کنواں کھودنے میں مشغول ہو گئے۔ تقریباً سات کنوئیں کھودوا لے۔ مگر کسی کنوئیں سے پانی نہ نکلا۔ بجائے پانی کے سنگ ریزے اور پتھر برآمد ہوئے جب چاہ کندنی سے حصولِ آب کی کوئی صورت نہ ہوئی بلکہ قطعاً ناامیدی ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ اس ارضِ کرب و بلا کا دل تک نہ پسیجے گا تو حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اب محنت بالکل بیکار ہے یَا اَخِی اِمْضِ اِلَی الْفُرَاتِ وَ اٰتِیْنَا الْمَاءَ اے بھائی عباسؑ اب جاؤ اور جاکر نہر فرات سے پانی لاؤ۔ ساقئے کوثر کا لال سمعاً وطاعتاً کہتا ہوا اپنے ہمراہ تقریباً تیس سوار جرار اور بیس پیدل اور بیس مشکیں لیکر فرات کیطرف بعجلت تمام روانہ ہوئے۔ عمر ابن حجاج جو دریا کی گھاٹ پر معمور تھا گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر پکارا دریا پر آنے والے لوگ کون ہیں اور کس کے حکم سے یہاں پانی لینے آئے ہیں۔ ہلال ابن نافع جو ہمراہ حضرت عباسؑ کے تھے جماعت سے آگے بڑھ کر پکارے۔ میں تیرا ابن عم ہلال ابن نافع ہوں یہ سن کر عمر نے جواب دیا کہ اگر تم ہو تو شوق سے پانی سیراب ہو کر پیو۔ ہلال نے کہا وائے ہو تجھ پر ہزار ہزار لعنت تجھ نابکار پر چچا کے بیٹے پر اس قدر رحم و شفقت کا اظہار اور فرزند رسولؐ سے اس قدر عداوت کہ گھاٹ پر تو پہرہ دار۔ ہشیار ہم گھاٹ تجھ سے چھین [illegible]

اٹھا رکھے تھے پانی لے جائیں گے۔ اگر ہوس مقابلہ کی ہے تو مددگاروں کو بھلا دیکھیں تو وہ ہمیں کس طرح روکتے ہیں۔ ہم تو کب کا دریا تم اشقیاء سے چھین لیتے۔ فقط مصلحت اور حکم امام سے مجبور تھے۔ اب پانی لانے کا حکم مل گیا ہے۔ فرزند حیدر کرار عباس نامدار شجاعونکا سالا ہمارا سردار ہے۔ یہ کہہ کر بہ حکم حضرت عباس مشکیزے پانی سے بھر لئے کہ دفعتاً عمر ابن حجاج کے پہرہ دار حضرت عباسؑ کی مختصر فوج ظفر موج سے آ بھڑے۔ لیکن چشم زدن میں حق پرستوں نے فتح پائی اور باطل پرست بھاگ کھڑے ہو گئے۔ حضرت عباسؑ مع اپنے ہمراہیوں کے مشکیں پانی کی پر از آب لے کر خدمت امامؑ میں حاضر ہو گئے۔

یہ وہ گھڑی تھی کہ سید الشہداء مظلوم کربلا آپ کے انصار جاں نثار اہلبیت اور اطفال خورد سال نے آخری بار اپنی تشنگی تھوڑے تھوڑے پانی سے بجھائی تھی۔ اور بوجہ اس کے کہ بروایت کئی سو آدمی ابھی آپ کے ساتھ موجود تھے اور فقط بیس مشکیں پانی کی میسر آئی تھیں۔ پانی ہر ایک کے حصّہ میں اس قدر آیا تھا۔ کہ خشک زبانیں تر ہو جائیں۔ ہائے یہ بات دلوں کو ہلا دینے والی ہے۔ کہ ان بیکس سپاہیوں کو اتنا بھی پانی نہ ملا تھا کہ وہ سیراب ہو جائیں اور دست حق پرست امامؑ سے یہ پانی تقسیم ہوا تھا بھلا یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ کسی کو کم کسی کو زیادہ پانی مل جائے۔ اس لئے کہ امامؑ کی ذات عادل ہوتی ہے۔ دست مبارک نے میزان کا کام دیا ہوگا۔

باب یازدہم

حضرت امام حسینؑ کی گفتگو عمر سعد سے اور حضرت عباسؑ کی التماس اور حضرت علیؑ اکبر کی التجا امامؑ کے ہمراہ جانے کی اور گفتگو حضرت عباسؑ کی شمر سے اور آپ کا جواب

گذشتہ شب کے واقعہ کے بعد آٹھ ہزار یا چھ ہزار سوار گھاٹ کے محافظ عمر ابن حجاج کی کمک کے لئے عمر سعد نے بھیج دیئے۔ تاکہ اب کسی طرح پانی امام مظلومؑ تک نہ پہنچ سکے۔ امام مظلوم تشنہ لب کے اصحاب کو دریا کے پہرہ داروں کی کثرت دیکھ کر اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب پانی ملنا آسان نہیں ہم تو خیر اس مصیبت کو برداشت کر لیں گے لیکن کم سن چھوٹے چھوٹے بچے کیونکر صبر کر سکتے ہیں بیکس سیدانیاں کیا کریں گی۔ اس خیال نے اُن کے دلوں پر صدمہ جانکاہ کا اک پہاڑ توڑا اور وہ چشم پر آب ہو گئے۔ عثمان و عبداللہ و جعفر بن علی ابن ابی طالب تینوں اپنے بھائی حضرت عباسؑ کی خدمت

میں حاضر ہو کر عرض پرواز ہوئے۔ کہ اب تو ہمارے سامنے بچے پیاس سے
تڑپ رہے ہیں۔ اور ہم سے ہرگز اُن کا تڑپنا دیکھا نہیں جاتا۔ ہم نواسۂ رسول
دل بند علی و بتول امام برحق پر جان نثار کرنا باعث نجات دارین جانتے ہیں
آج نہیں کل ہم ضرور شہید ہوں گے۔ تلواریں ہمارے قبضہ میں ہیں۔ نہر علقمہ
سامنے لہریں مار رہی ہے اور ہم بچوں کی صدائے العطش العطش سن رہے
ہیں۔ کیا ہماری حمیت کا یہی مقتضا ہے کہ چپکے فریاد اطفال تشنہ لب کی سنتے
رہیں۔ آپ چل کر خدمت امام میں ہماری سفارش فرمائیں۔ تاکہ پہرہ داروں
سے جہاد کر کے یا تو اطفالِ امام اور سیدانیوں کے لئے مشکیں بھر کر پانی
لے آئیں یا اپنے خون سے دریائے فرات کو رنگین کر دیں۔ حضرت عباسؑ
نے جب اپنے بھائیوں سے بہادرانہ اور جرأت آمیز کلام سُنے۔ فرمایا اے
حیدر کرار غیر فرار کے دل بند و بیشک تم ایسے ہی بہادر اور جری ہو اور مجھے
تم سے ایسی ہی اُمید ہے تم یقیناً جیسا کہہ رہے ہو ویسا ہی کر دکھاؤ گے
اور بغیر پانی لائے دریا سے واپس نہ ہو گے۔ اور میں بھی تمہارا ساتھ دینے
کو تیار اور اسی خیال میں ڈوبا ہوا ہوں پر کیا کیا جائے۔ ہمارا ساتھ رحمۃٌ
للعالمین کے نواسے کا ہے۔ اُن کی تلقین صبر مجبور کر رہی ہے۔ میں خود
تمہیں کیوں کر اجازت دوں۔ ہاں یہ بہتر و انسب ہے کہ ہم سب متفقاً خدمت
میں امام علیہ السلام کی حاضر ہو کر دست بستہ دست بوسی کریں اور کھڑے ہو
جائیں وہ عالم علوم الٰہیہ روشن ضمیر ہیں۔ یقین ہے ہمارے مافی الضمیر

حضرت عباسؑ خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے۔ امام وقت نے ان شیروں کو دیکھ کر بعلم امامت چاروں ساقی کوثر کے دل بندوں کا قصد معلوم کر کے ارشاد فرمایا۔ اے بہادر جاں نثارو مجھے تمہاری جرأت و شجاعت میں کوئی شک نہیں تم بھی تو آخر شیر خدا کے شیر ہو۔ تمہاری تشنہ لبی کا مجھے بھی احساس ہے اور اس کا صدمہ میرے قلب کو بہت بے چین کر رہا ہے اور مجھے یہ فخر ہے کہ جیسے جری بہادر اور شجاع اصحاب انصار و جاں نثار مجھے ملے ہیں آج تک کسی نبی و ولی کو میسر نہ ہوئے۔ مَیں تمہیں تلقین صبر کرتا ہوں۔ پیارو میں پانی کے لئے خوں بہانا نہیں چاہتا۔ میرے اطفال اور اہلحرم کی پیاس کا خدا مالک ہے۔ یہ سن کر سب خاموش تھے۔ یزید ابن حصین جو منجملہ اصحاب باوفا کے اس وقت حاضر تھے آگے بڑھے اور عرض کی آقائے دو جہاں خدا خوب جانتا ہے اور اس پر روشن ہے کہ ہمیں اپنی پیاس کا بالکل غم نہیں اور نہ تشنگی کی تکلیف اب تک ہم محسوس کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کے قدم ہائے اقدس پر خشک گلے لگانے کی عید ہمیں حوض کوثر پر دست ساقی کوثر سے سیراب ہونے کی مثل میں ہے لیکن اطفال خورد سال اور اہلبیت رسولؐ کی پیاس اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی صدائے العطش العطش ہمارے کلیجوں کو پاش پاش کئے دیتی ہے اور ہم سے نہیں سنی جاتی۔ ہماری غیرت قبول نہیں کرتی۔ کہ ہم جان نثاری کا دعوےٰ کریں اور آقازادوں کو اس تکلیف میں دیکھیں اور ان کے واسطے پانی ایسی شے بھی مہیا نہ کر سکیں۔ یا ابن رسول اللہ

سعد سے جا کر گفتگو کروں۔ شاید وہ مجھے قدیم تعارف کی بنا پر بہ مدارات پیش آئے اور پانی کی کچھ سبیل ہو جائے۔ بروایت مطالب السئول حضرت نے اس بات کی اجازت ابن حصین کو دیدی۔ اجازت پاتے ہی وہ عمر سعد کے پاس پہنچے۔ اور بغیر سلام کے کلام کی ابتدا کی۔ چنانچہ عمر سعد نے قطع کلام یزید ابن حصین کیا اور کہا اے ہمدانی بھائی آپ کو کس چیز نے سلام سنّت الاسلام سے منع کیا ہے۔ شاید آپ نے مجھے مسلمان رسول خدا کا شناسا نہیں سمجھا۔ اور مجھ پر سلام کرنا حرام سمجھا۔ یزید ابن حصین نے فرمایا۔ اے دشمن خدا اور رسول تو نے اہلبیت رسول فرزند علی بتول کو دریا سے دور ہٹا کر ان پر پانی بند کر دیا ہے۔ کیا تیرا ارادہ یہ نہیں۔ کہ وہ پیاس سے تڑپ تڑپ کر شہید ہو جائیں جانوروں تک فرات کا پانی بند نہیں۔ لیکن حسینؑ کے خیام میں العطش العطش کی صدائیں بلند ہیں اور تجھے کوئی پرواہ تک نہیں۔ اسی منہ پر تو شناسائے رسول بنتا ہے اور دعوئے مسلمانی کا کرتا ہے۔ عمر سعد یہ سن کر تھوڑی دیر خجالت سے سر جھکائے رہا اور پھر کہا۔ اے بھائی ہمدانی میں نے بہت کوشش اور سعی کی کہ نفس کو سمجھا کر حکومت سے دستبردار کر دوں۔ لیکن کسی طرح وہ راضی نہ ہوا۔ اور اس بات کا تم یقین کرو کہ اگر آج میں درگذر بھی کروں تو حسینؑ اور ان کے اطفال کسی طرح پانی سے سیراب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ رے کی حکومت وہ شئے ہے کہ میرے بدلے سینکڑوں حسینؑ کے قتل کرنے پر میرے مثال مستعد ہو جائیں گے تو پھر میں ہی کیوں

اس لئے تم جاؤ اور اُن سے کہو کہ نہر کے کنارے تخلیے میں وہ آ کر مجھے سرفرازی کا شرف بخشیں۔ یزید ابن حصین یہ سن کر واپس آئے اور پیغام عمر سعد کا امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا۔ یہ سن کر امامؑ بلا تامل نہر فرات کی طرف روانہ ہوئے لیکن حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبر کو آتے دیکھ کر ٹھہر گئے اور فرمانے لگے تم دونوں میرے ہمراہ کیوں آئے پسر سعد نے مجھے مکر و فریب سے نہیں۔ بلکہ ایک نیک مشورے کے لئے بلایا ہے۔ علی اکبر نے عرض کیا بابا عمر سعد تنہا نہیں اس کا بیٹا بھی ہے۔ اب حضرت ماہ بنی ہاشم کی طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگے جان برادر تم کیونکر آئے عرض کی۔ جناب عباسؑ نے کہ اے آقائے دوجہاں اس کے ساتھ اس کا غلام بھی ہے۔ اس لئے خادم کو بھی چلنے کا حق ضروری ہے اس لئے کہ عباسؑ بھی تو ایک آپ کا ادنیٰ غلام ہے۔ یہ سن کر حضرت خاموشی سے آگے بڑھ گئے اور یہ دونوں بھی ہمراہ رکاب سعادت انتساب ہو لئے۔

عمر سعد کی باتیں فرزند رسولؐ کیساتھ

حضرت امام حسینؑ جب عمر سعد سے جا کر موعودہ جگہ پر ملے تو عمر سعد نے بعد سلام کے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اہل کوفہ کیسے بدعہد اور بدباطن نکلے ظاہر اُن کا کچھ اور باطن کچھ کیسی انہوں نے بے

مجھ سے مذاکرہ و مشیلہ کیا۔ اس کے فکر پر کیونکہ میں عمل درآمد کرتا۔ کیونکہ بظاہر تو وہ خدا
کا طالب تھا۔ عرض کی عمر سعد نے اب آپ نظر بہ امور مستقبل اور برگشتگی
زمانہ اور اہل زمانہ کیا تجویز فرماتے ہیں۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ مجھ سے
متعرض نہ ہو تو میں واپس جاؤں اور اپنے وطن مالوف مدینہ یا مکہ معظمہ میں
جا کر بقیہ دن زندگی کے بسر کروں یا اگر یہ بھی نہیں تو اسلامی ممالک میں
سے کسی ملک میں دور و دراز نکل جاؤں اور وہاں جا کر سکونت اختیار کروں
عمر سعد کو یہ گفتگو امام کی پسند آئی اور اس کو اک اطمینان سا ہوا اور عرض
کرنے لگا۔ اچھا تو پھر میں عبداللہ ابن زیاد کو آپ کے خیالات سے مطلع
کرتا ہوں اور اس کا جو کچھ جواب آئے گا آپ کی خدمت میں عرض
کروں گا۔ آپ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ دونوں فریق اپنے فرودگاہ کی
طرف روانہ ہو گئے اور عمر سعد نے اس مضمون کا ایک خط ابن زیاد بدنہاد
کو لکھا کہ اے ابن زیاد کہ حق تعالٰے نے اصلاح کی صورت نکال دی اور
بھڑکتی ہوئی آگ بجھا دی۔ امام حسینؑ نے مجھ سے مستحکم اقرار کر لیا ہے۔ کہ
میں مکہ یا مدینہ کی طرف واپس جاؤں۔ اگر تجھے کوئی اعتراض نہ ہو اور اگر یہ
بھی نہیں منظور تو بلاد اسلامی میں سے کسی دور و دراز ملک میں جا کر سکونت
پذیر ہو جاؤں اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو مجھے اجازت دے کہ میں خود
بنفس نفیس حاکم شام یزید بن معاویہ کے پاس جا کر اور اس کے خیالات
اس کی زبانی سن کر امور متنازعہ فیہ کا تصفیہ کر لوں۔ لہٰذا اے ابن زیاد

کو یزید کے پہنچ جائیں گے اور اس اطلاع دہی کے بعد میں بری الذمہ ہوں
اور جو کچھ ذمہ واری قہار مطلق کے روبرو ہوگی وہ تم پر ہوگی۔ چنانچہ جب
قاصد اس مضمون کا نامہ لے کر ابن زیاد ملعون کے پاس پہنچا۔ تو اس نے
خط دیکھ کر کہا بیشک یہ معقول بات ہے اور میرے ملک و قوم کے لئے
اس سے صائب رائے اور کیا ہوسکتی ہے۔ ہنوز ابن زیاد اور کچھ کہنے نہ پایا
تھا کہ شمر بن ذی الجوشن کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا اے امیر کوفہ یہ تو کیا کہہ رہا
ہے کیوں دھوکا کھاتا ہے تیرا خیال کہاں ہے عمر سعد کو امام حسینؑ کی جادو
بھری تقریر نے دیوانہ کر دیا ہے وہ حسینؑ کی شیریں کلامی کا مسحور و مسحور ہوگیا
ہے اور تجھ کو بھی تسخیر کرنا چاہتا ہے۔ میری بات کو غور سے کان لگا کر
سن اور یاد رکھ اگر اس وقت حسینؑ تیرے پنجے سے نکل گئے اور یزید کو
کسی نے کہہ دیا۔ کہ امیر کوفہ نے یہ دیدہ و دانستہ تساہل کیا ہے تو قیامت
سی آجائے گی وہ امیر شام صاحب اقتدار ہے۔ اس کی بے پناہ تیغ ایذا
ہمارے خون کی ندیاں بہا دے گی اور ہم میں سے ایک کو وہ زندہ نہ چھوڑے
گا۔ تو کس خیال میں پڑ گیا ہے۔ ذرا ہوش کے ناخن لے اور بالفرض
محال اگر امام حسینؑ اور حاکم شام کی آپس میں صلح بھی ہو جائے تو ہم کو
کیا نفع ملے گا۔ ہم تو اس انعام و اکرام سے بالکل محروم ہو جائیں گے جس کا ہم
سے اقرار و مدار ہو چکا ہے۔ ذرا غور کر اور ایسی غلطی نہ کر۔ شمر کی یہ تقریر سن کر
ابن زیاد بد نہاد مبہوت ہوگیا۔ اس کی فوراً طبیعت مائل بہ فساد و قتل و غارت
بہ طمع حکومت و دولت ہو گئی اور [illegible] ترجیح

دے کہ نہایت غضبناک اس مضمون کا خط عمر سعد کو لکھ کر روانہ کیا۔

جب نہم ماہ محرم الحرام عمر سعد بد نہاد کو ابن زیاد کا خط بدیں مضمون پہنچا۔ کہ اے عمر سعد تجھے لازم ہے کہ حسین سے عرض کر کہ وہ مع اپنے اصحاب کے اطاعت ابن زیاد کی قبول کریں یعنے یزید کی بیعت کریں۔ پس اگر وہ مع اصحاب کے اطاعت میری قبول کریں تو ان سب کو سلامت میرے پاس روانہ کر دے۔ وَاِنْ اَبَوْا فَقَاتِلْهُمْ وَاْتِنِیْ بِرُؤُسِهِمْ وَاِلَّا اَعْزِلْ نَفْسَكَ عَنِ الْعَسْكَرِ وَفَوِّضِ الشِّمْرَ اَمْرَ هٰذَا الْجَيْشِ وَقَالَ لِشِمْرٍ لَعَنَهُ اِنْ اَبَى ابْنُ سَعْدٍ عَنْ قِتَالِ الْحُسَيْنِ فَاضْرِبْ عُنُقَهٗ وَاْتِنِیْ بِرَاْسِهٖ۔ اور اگر حسینؑ میری اطاعت قبول نہ کریں اور میرے پاس آنے میں انکار کریں تو ان سے لڑنا اور سر ان کا اور ان کے اصحاب کا کاٹ کر میرے پاس لے آنا اور اگر تجھ سے حسینؑ کا مقابلہ نہ ہو سکے تو تو اپنے تئیں امارت لشکر شقاوت اثر سے معزول جان کر سرداری فوج سقر موج کی شمر ذی الجوشن کے سپرد کر۔" اس وقت عمر سعد کو کسی طرح گوارا نہ ہوا کہ سرداری لشکر کو ہاتھ سے جانے دے اور شمر کو دیدے۔ الحاصل قتل حسینؑ پر مستعد ہو گیا اور یہ طے کر لیا گیا۔ کہ کل حسینؑ کو قتل کر کے حکم ابن زیاد بد نہاد پر عمل کیا جائے۔ اس وقت شمر ملعون مقابل لشکر امام حسین کھڑا ہوا فَنَادَی الشِّمْرُ بِرَفِيْعِ صَوْتِهٖ اَيْنَ اَبْنَاءُ اُخْتِنَا فَخَرَجَ عَبَّاسُ ابْنُ عَلِیٍّ وَقَالَ

لَہٗ یَا ھٰذَا مَا تُرِیْدُ مِنَّا۔ پس آگے بڑھ کر شمر ولد الزنا نے آواز بلند کہا

کہ جناب عباس ابن علی علیہ السلام صف لشکر سعادت اثر سے باہر نکلے۔
اور فرمایا کہ اے شمر بد اختر مجھے کیوں طلب کیا ہے اور اس طلب سے تیرا کیا
مقصود ہے۔ شمر نے کہا تم بھانجے ہو میرے میں چاہتا ہوں تم قتل وغارت
سے محفوظ رہو اور ظلِ حمایت میں میری اس طرف چلے آؤ۔ تاکہ تم جانب خدا
اور امیر ابن زیاد ولد الزنا کی امان میں آجاؤ۔ اب تمہیں لازم ہے کہ بعیت حسینؑ
ابن علی سے دستبردار ہو جاؤ کہ وہ مورد آفات نے انتہا و مبتلا ببلاہائے لا
تعد ولا تحصیٰ میں بلکہ قریب ہے کہ وہ مع اپنے اصحاب و رفقا کے قتل
کئے جائیں پس رفاقت اُن کی موجب ضرر و نقصان و باعث تلف مال و
جان ہے۔ یہ سن کر جناب عباسؑ اور بھائی اُن کے نہایت غضب ناک
ہوئے اور فرمایا اے بے حیا دشمن دین خدا لعنت ہو تجھ پر اور تیرے امیر ابن زیاد
بد نہاد پر اور تیری اماں پر کہ تو ہمیں امن دیتا ہے اور قتل سیّد کونین فرزند رسول
الثقلین جناب امام حسینؑ پر آمادہ و مستعد ہے۔ حالانکہ روح و جان ہماری اُن
حضرت پر سے فدا ہے اور اماں ہماری فقط سلامتی جگر گوشہ مصطفیٰ فرزند مرتضےٰ
نور دیدہ زہرا کی ہے۔ اگرچہ عوض ہم آنحضرتؐ کے قتل ہوں لیکن غلامی و فرمانبرداری
آقائے کونین امام حسین سے ہرگز ہرگز دستبردار نہ ہوں گے خدا تیرے ہاتھ
کاٹے تیری اس امان پر لعنت ہو۔ یہ سن کر شمر ولد الزنا نہایت ہی نادم ہوا۔
اور نا امید واپس گیا۔

باب دوازدھم

واقعات روز نہم حضرت عباس کا بحکم امام علیہ السلام ایک شب کی مہلت عبادت کے لئے اشقیاء سے طلب کرنا اور شب عاشور کا منظر جناب ام کلثوم کی طرف سے غلام ابن کرجان نثاری کرنیکی خواہش

صبح نہم محرم ادھر نمودار ہوئی۔ تاروں کی ضیاء نور آفتاب سے مدھم پڑنے لگی۔ ادھر ماہ امامت بقیہ انوار خمسہ طیبہ نے خیمۂ اقدس اہلبیت محمدؐ آفتاب رسالت سے طلوع کیا۔ اعزائے نامدار رفقاء و اصحاب باوقار دست بوسی کے لئے حاضر ہو کر مؤدبانہ آداب تسلیم بجا لائے۔ مولا نے اذان صبح کے لئے حکم دیا۔ پانی نہ ملنے کی وجہ سے تشنہ لب نماز گذاروں نے تیمم کیا۔ جونہی اذان ختم ہوئی۔ مظلوم کربلا سید الشہداء سجادہ پر تشریف لائے اور مقتدیوں نے ضعف باری کی

نیت باندھی۔ پہلی ہی رکعت میں کہ یزید پلید کی شیطانی فوج میں وردی بجنے
لگی۔ عمر ابن سعد اور شمر بن ذی الجوشن نے اپنے سوار اور پیادہ
فوج کو کمر بندی کا حکم دیا۔ خیام امامؑ کی طرف پیش قدمی کرنے لگی۔ جرعہ
نوشان میٔ ولائے محمدؐ و آل محمدؐ و عرفان الٰہی کی نماز میں خلل اندازی کے
لئے اگرچہ اس گروہ ابلیس نے بہت کوشش کی مگر خضوع و خشوع اصحاب
و اعزائے حسین میں ایک ذرا فرق نہ آیا۔ بعد ختم نماز جب بہادر اور غیور
نمازیوں نے فوج کو قریب ہی دیکھا اور باجوں کی آواز سنی تو متعجب ہوئے
فوج یزید کے کالے کالے نشان قریب آگئے مظلوم کربلا نے فرمایا کہ اے
قوت بازو اے بھائی عباسؑ ان برگشتگان دین خدا ملاعین سے کہو کہ
شر میں اس قدر جلدی نہ کریں حکم امام سنتے ہی سجادہ سے حضرت عباسؑ
اٹھے حبیب ابن مظاہر اور زہیر قین ساتھ ہو لئے۔ امام مظلومؑ خیمہ عصمت و
طہارت آل رسول میں تشریف لے گئے۔ تاکہ اہلبیت کو تسلی و دلاسا دے
کر ان کا رفع تردد کریں۔ جناب زینبؑ جو قریب درِ خیمہ حالتِ تردد و انتشار
میں کھڑی تھیں اپنے بھائی کو دیکھ کر کہ تشریف لا رہے ہیں بلائیں لے
کر کہنے لگیں میں قربان یہ شور و غل کیسا ہو رہا ہے۔ جس کو سن کر سیدانیوں کے
اضطراب میں ترقی ہے امامؑ نے فرمایا اے بہن خدا ناشناسوں نے ہجوم کیا
ہے تم خوف نہ کھاؤ۔ اور ان کی ان حرکات پر توجہ نہ کرو۔ اور اہلبیت رسول کو
تسلی و تشفی ...

ماجدہ سیدۃ النساء بھائی حسن جیسے تشریف لائے تھے اور سہرا لئے کھڑے
گریہ و زاری فرما رہے تھے۔ ہر ایک مجھے بغل گیر کرنے اور آغوش محبت میں
لینے کے لئے اقدام و سبقت کر رہا تھا۔ پیاری بہن۔ اب ان کی مفارقت
حسین پر بہت شاق ہے۔ قابل غور بات ہے کہ جب یہ حضرات خلد بریں سے
محض اس خاطر آئے ہوں اور فقط میرے لئے آنے کی زحمت گوارا کی
ہو۔ تو پھر مجھے کیوں کر ان کی خاطر اور دل جوئی منظور نظر اور ان کی خدمت
میں پہنچ جانے کا اشتیاق بدرجۂ کلی نہ ہو اور میرے حصول مطلب کا ذریعہ
میری شہادت ہے اور یہ جو شور و غل یزیدی افواج کا تم سن رہی ہو۔ وہ سب
ایک میری جان کے لئے ہے۔ یہ کلمات حسرت و مفارقت امام حسینؑ
سے سن کر مخدرات عصمت و طہارت میں کہرام برپا ہو گیا اور جناب زینبؑ
سلام اللہ علیہا بے اختیار ہو کر زار زار رونے لگیں۔ امام علیہ السلام بھی رونے
لگے۔ جناب زینبؑ سے مظلوم کربلا نے فرمایا اے بہن تم اس معصومہ کی بیٹی
ہو جو صابرہ تھیں۔ تم کو چاہئے کہ اہلبیت کو ہمیشہ تشفی اور دلاسا دیتی رہو اور خود
بھی اسی طرح صبر کرو۔ جس طرح اپنے بابا علی مرتضےٰ اور ماں فاطمہ زہرا کے
لئے صبر کیا۔ دنیا چند روزہ ہے ع

آخر مجھے رو کو گی مرنے سے بہن کب تک

انشاء اللہ وہ دن بھی آئے گا کہ ہماری اور تمہاری ملاقات ان
قصرہائے عنبر سرشت میں جو جوار رحمت رحمۃ للعالمین میں تعمیر کئے گئے ہیں
اور ہمارے لئے مخصوص [illegible]

خیمہ اہلبیت کی ... ابو الفضل العباس کے رخ
پُرنور سے روشن ہوگیا۔ سب کی نگاہیں اس طرف لگ گئیں حضرت عباسؑ
نے بہ نگاہ حسرت و یاس اپنے آقا و مولا امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور دست
بستہ عرض کرنے لگے:۔

سیّدی و مولائی اگرچہ آپ کی ذات دانا و بینا ہے اور آپ پر سب
خشک و تر کا حال روشن ہے۔ مگر حسب الحکم بعد استفسار اور تفحص عرض پرداز
ہوں کہ ملاعین پیرویان یزید آپ سے جنگ کے لئے تیار بر سرِ پیکار ہیں
ابن زیاد کا حکم خونریزی کے لئے آچکا ہے اور اس طرف بھی شیران وغا
اور اعزا و اصحاب باصفا غضب ناک و خشمگیں شیروں کی طرح اِن روباہ صفت
گریز پا اور دشمن دین خدا کی بے ادبیوں کا قرار واقعی جواب دینے کے
ارادہ سے شمشیر بکف ہیں چشم امامت کے ایک اشارہ پر تہلکہ ڈال دینگے
مجھ پر تو مولا ان یزیدیوں کی جسارت اور خیمہ اہلبیت کی طرف پیش قدمی
گراں اور بے حد ناگوار ہے۔ اگر عدول حکمی کا خوف دامنگیر نہ ہوتا۔ تو
جس طرح گستاخانہ یہ بغیر اذن امام عالی مقام ادھر بڑھ کر چلے آئے ہیں۔
اس سے کہیں ذلت کے ساتھ ان ملاعین کو واپس کرتا؛ ورنہ تمام عمر یاد
کرتے کہ حرم رسولؐ کے خیمہ کی طرف پیش قدمی کی سزا یہ ہوتی ہے حضرت
عباسؑ قوّت بازوئے حسینؑ کے اس کلام شجاعت و بلاغت نظام سے
اہلبیت کے مضطر دلوں کو تسلّی و تشفی نے گھیر لیا۔ اور تسکین خاطر ہوئی حضرت

چاہا۔ مگر پاسِ ادب سے وہ غیور شیر قدموں پر جنابِ زینبؑ کے گھر پڑا۔
اور قدمبوسی کو اپنا فخر سمجھا جنابِ زینبؑ نے فرمایا تم شیرِ خدا کے شیر ہو۔
ہم بےکسوں کی ڈھارس تم ہی سے ہے۔ عباسؑ مجھے یقینِ واثق ہے۔ کہ
تمہاری موجودگی میں امام اور سیدانیوں کے خیمہ کی طرف کوئی نگاہ اٹھا کر بھی
نہیں دیکھ سکتا۔ مگر بھائی حسینؑ اپنی شہادت کی بار بار خبر دے رہے
ہیں۔ تو کیا اس وقت تم سینہ سپر نہ ہو گے کہیں چلے جاؤ گے۔ حسینؑ شہید
ہو جائیں گے۔ بھائی عباسؑ خدا نہ کرے اگر ایسا ہوا تو ہم کہیں کے نہ
رہیں گے۔ اے عباسؑ اگر خدا کی مشیّت میں یہی گزرا ہے جیسا کہ امام
نے اشارتاً بیان کیا اور تم دونوں بھائیوں کی یہی مرضی ہے تو ابھی امام
بھی ہمارے سروں پر سلامت ہیں اور تم بھی موجود ہو۔ مجھ مصیبت زدہ
پر جو گذرے گی۔ اللہ نے چاہا تو گزار لیں گے۔ تم ان بیواؤں اور خورد
سال بچّوں کو مدینہ روضۂ رسول پر پہنچا دو۔ تاکہ اے بھائی عباسؑ یہ
ذلت و خواری و مصائب سے محفوظ رہیں۔ کم از کم یہاں سے نکل کر ان کو
کہیں پانی تو میسّر آ ہی جائے گا جس سے یہ اپنی پیاس بجھا لیں گے ورنہ
ان میں کئی ایک تو شبِ دہم آنے سے پہلے تشنگی سے ہلاک ہو جائیں
گے۔ خصوصاً شش ماہا علی اصغر جو اب تک تو کم و زیادہ کچھ ماں کا دودھ
بقدرِ تسکین و احیا اصغر کو مل جاتا تھا۔ مگر آج نمازِ صبح سے تو امِ ارباب
کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے۔ ایک قطرہ شش ماہے کے لب تر کرنے کو

کا صدمہ بھلا کیونکر اس کو جینے دے گا۔ آہ اس خیال سے میرا جگر کباب ہو
گیا۔ دل پارہ پارہ ہے۔ امام حسینؑ نے بہن کی یہ تقریر سن کر یوں گہر ریزی
فرمائی۔ ماں کی طرح میری شفیق بہن بیشک تمہارا کہنا سب بجا اور درست
ہے پر تم میرے علی اصغر کی کوئی فکر نہ کرو۔ خدا کے ان رازوں کا مجھے
علم ہے۔ اصغر کی دودھ بڑھائی کا زمانہ اب بہت قریب آ گیا ہے اور وہ
کچھ اس شان کی دودھ بڑھائی ہوگی۔ کہ از بدو خلقت عالم تا قیامت ایسی
دودھ بڑھائی ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ اور اسی میدان کربلا میں قریب عصر کل
یہ رسم ادا کی جائے گی۔ کل انشاءاللہ تشنگی کی کوئی تکلیف میرے ششماہے
کو باقی نہ رہے گی۔ اور کوثر کا جام اصغر کی دادی اس کے دودھ بڑھانے
کو لے کر آئیں گی۔ اور اسی جام کوثر سے ان کا دودھ چھڑایا جائے گا۔
اور ان کو سیر و سیراب کیا جائے گا۔ یہ خبر سن کر جناب زینبؑ اور دیگر مخدرات
عصمت و طہارت حیران و متعجب سکتہ کے عالم میں ہو گئے۔ امام حسینؑ علی اصغرؑ
کی دودھ بڑھائی کا ذکر کر کے چشم پُرآب ہوئے اور حضرت عباسؑ سے
فرمانے لگے۔ بھائی عباسؑ ان دشمنان خدا و رسول سے جا کر کہو کہ کل
تک جنگ موقوف رکھیں۔ اور ایسی سعی کرو کہ یہ مان جائیں۔ ان سے
کہنا کہ حسینؑ کو آخری تلاوت قرآن و استغفار و عبادت کے لئے ایک
شب اور درکار ہے تم بھی یہیں ہو اور میں بھی یہیں ہوں۔ ایک شب پلک
جھپکنے میں گذر جائے گی۔ ہم کسی نفع دنیا یا خواہش نفسانی کے لئے یہ شب

گذارنی ہے۔ اس لئے تمہیں اس میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ دوسرا امر یہ ہے
کہ میں تمہاری بھی بھلائی چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرے نانا کی اُمت ہو آج تمام
شب توبہ کا دروازہ تمہارے لئے کھلا رہے گا۔ جو چاہے توبہ استغفار کر کے
توشۂ آخرت جمع کرے۔ تم میں سے بھی اکثر کو سفر طولانی اس شب کے درمیان
کرنا ہوگا۔ کل ہتھیار باندھ کر کھولنے سے پہلے دروازہ عفو کا بند ہو جائے گا
تمہارے لئے بھی یہ شب شب مہلت ہے۔ اپنے نامۂ اعمال کی طرف اچھی
طرح بغور دیکھ لو۔ اور جو تم میں سے چاہے آتش دوزخ سے آزادی کا پروانہ
آج حاصل کر لے ۔

حضرت عباسؑ حسب الارشاد امام مقابل لشکر عمر بن سعد بد نہاد

آگر کھڑے رہے اور در خیمہ پر آپ کے انصار جاں نثار اور اعزا باوقار اور برادران
جرار قبضہ بہ شمشیر خیام اہلبیت کا پہرہ دے رہے تھے۔ جن کے بشرے سے
انتہائی شجاعت اور جوانمردی نمایاں تھی۔ اُن کے بہادرانہ تیور پکار پکار کر
کہہ رہے تھے۔ کہ جب حریف کے مقابلہ پر پیر جما دیتے ہیں۔ تو پہاڑ کی طرح
اٹل اور آہن کی طرح سخت ہو جاتے ہیں۔ سو دو سو کی کیا ہستی ہے اگر سو
دو سو ہزار ہوں تم ہم خاطر میں نہیں لاتے۔ سر فروشان راہِ خدا کو اس سے
بڑھ کر کبھی کوئی مسرت حاصل نہیں ہوتی۔ کہ ان کے ہاتھوں میں شمشیر
عریاں کے قبضے ہوں اور وہ معرکۂ کارزار میں شجاعت اور بسالت کا امتحان دے
رہے ہوں۔ ان بہادروں کے رعب و جلال سے ہزار در ہزار دشمن کی فوج

رسولؐ کی طرف دیکھ لیں۔ یقین تھا کہ اگر ایسا کریں گے تو نگاہ نوک سوفار سے
پھوڑ دی جائے گی۔ حضرت عباسؑ آگے بڑھے اور جو کچھ امام کونین
فرزند رسول الثقلین نے فرمایا تھا۔ وہ سب اُن اشقیاء سے بیان کیا۔ تمام لشکر
پر عالم سکوت کا طاری ہوا۔ عمر سعد نے شمر ولدالزنا کی طرف رُخ کر کے کہا۔
شمر سُنا تو نے پیام فرزند رسول انام کا وہ آج کی شب عبادت کے لئے مہلت
طلب فرماتے ہیں۔ تیرے نزدیک کیا مناسب ہے۔ شمر یہ سن کر بسبب اپنے
شقاوت قلبی اور بے دینی کے مہلت دینے پر راضی نہ ہوا۔ عمر ابن الحجاج نے
یہ دیکھ کر کہا اے عمر سعد بدنہاد وائے ہو تجھ پر اگر کوئی شخص کفار ترک و دیلم
سے طالب مہلت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ تم مہلت دیتے اور ہرگز تامل نہ
کرتے۔ سبحان اللہ حسینؑ فرزند رسول الثقلین مہلت ایک شب کی طلب کرے
اور تمہیں اس میں تامل ہو۔ محمدؐ بن اشعث نے آواز دی۔ کہ اے قوم حسینؑ
کو آج کی شب مہلت دینے میں کسی طرح کا نقصان نہیں ہے۔ اب مہلت
دو اور صبح کو لڑ لینا۔ اس لئے کہ حسینؑ کسی طرح بیعت امیر شام پر راضی نہ
ہوں گے۔ پس بدوں جنگ کے اُن سے ہمیں چارہ نہیں ہے۔ غرض بعد
قیل و قال وہ سب کفار ستم شعار اس امام ابرار کو مہلت دینے پر راضی ہوئے
مگر حضرت عباسؑ عمر سعد سے شمر ملعون کی گفتگو سنکر اس قدر
غضبناک ہوئے کہ عنقریب تھا کہ مثل شیر غراں جھپٹ پڑیں اور وباہ
صفت کوشش خیاترکاٹ کر ڈال دیں۔ کہ آواز امام کونین کی گوش زد ہوئی۔ کہ

سے لگ جاؤ۔ حسینؑ یہاں لڑنے نہیں آیا ہے۔ وعدہ طفلی ادا کرنا اور امت گنہگار کی نجات کے لئے شہادت کا مرتبہ حاصل کر کے خوشنودیٔ خدا کا جویا ہے۔ حضرت عباسؑ ناچار لبیک گویاں حاضر خدمت امام کونین ہوئے حضرت نے پیار سے گلے لگا لیا۔ اور مصلحت الٰہی پر شاکر و صابر رہنے کا حکم دیا۔

آفتاب دن بھر کی مسافت بہ حزن و ملال طے کرتا ہوا مغرب کی طرف نالاں و باحال پریشاں مارا مارا چلا جاتا ہے۔ صحرائے ریگستاں پر دھوپ دوا دوی کرتی بھاگ رہی ہے۔ غازیان اسلام رفقائے مولائے انام اور اعزائے ذوی الکرام بسبب نہ ملنے پانی کے تیمم کرنے اور نماز کی تیاریوں میں اور شب عبادت الٰہی میں بسر کرنے کے لئے حاضر ہونے لگے ہیں۔ صفیں درست ہونے لگیں۔ حیّ علی الصلوٰۃ کی آواز سنتے ہی خدا کے مخلص بندوں نے اپنے امام کے ہمراہ اپنے خالق بے نیاز کی درگاہ میں سر عبودیت جھکا دیا۔ اُن کے پرخلوص سجدوں نے کربلا کے ذرّہ ذرّہ کو ہمسر آفتاب عالم تاب بنا دیا۔ شوق عبادت میں چہرے سرفروشان راہ خدا کے شگفتہ تھے۔ دل لطف عبادت سے بالیدہ ہو رہے تھے۔ تمام شب صداہائے تکبیرات آسمانوں کو چیرتی پھاڑتی عرش سے جا ٹکراتی تھیں۔ ملائکہ آسمانوں سے یہ منظر دیکھ کر غبطہ کر رہے تھے ان عابدین اور ساجدین کے نورانی چہرے حوریں غرفہائے جنت سے دیکھ دیکھ کر بے تاب ہو رہی تھیں۔ ان کی نظریں نوربار چہروں کی طرف دیکھ کر

که در راهِ گل دیدیم بلبلاں

عجب نہیں کہ خود خالق عالم و عالمیان ان اپنے سر بہ سجود بندوں کو دیکھ کر اپنی خلق و ایجاد پر فخر و مباہات کرتا ہو۔ اور اپنی زبان بے زبانی سے ارشاد فرما رہا ہو کہ اے دیکھنے والو اگر چشم بصیرت ہے تو دیکھ لو یہ میرے عباد الصالحین ہیں۔ اور عبادت کے یہ معنے ہیں صاحب نفس مطمئن کی شان عبادت بتا رہی ہے کہ یہ میرے محبوب کا محبوب ہے۔ میرے پیارے حسینؑ جلد آ میں تیرا منتظر ہوں ارجعی الیٰ ربک راضیا مرضیا فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

یہ وہ رات ہے۔ جس رات بروایت شیخ مفید علیہ الرحمہ امام حسینؑ نے اپنے لشکر کے کل اصحاب و انصار کو بھی اس شب کی کسی ایک ساعت میں جمع کیا اور ایک خطبہ نہایت فصاحت اور بلاغت سے ادا کیا۔ حضرت سید الشہدا علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں:۔

اُثْنِی عَلَی اللّٰہِ احسن الثنآءِ وَ اَحْمَدُہٗ عَلَی السَّرَّآءِ والضَّرَّآءِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَحْمَدُکَ عَلٰی اَنْ اَکْرَمْتَنَا بِالنُّبُوَّۃِ وَعَلَّمْتَنَا الْقُرْاٰنِ وَفَھَّمْتَنَا بِالدِّیْنِ وَجَعَلْتَ لَنَا اَسْمَاعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْئِدَۃً فَاجْعَلْنَا مِنَ الشَّاکِرِیْنَ یعنی میں ثنا بجالاتا ہوں اُس کی ہر حال میں خواہ وہ وقت خوشی و مسرت کا ہو یا رنج و مصیبت

نبوّت و رسالت کے ساتھ بزرگی و شرف بھی بخشا ہے۔ اور ہم کو قرآن مجید
تعلیم فرمایا ہے۔ اور مسائل حلال و حرام اور احکام دین سے واقف و آگاہ
گردانا ہے۔ بار الٰہا تو نے اپنے فضل و کرم سے گوش شنوا چشم بینا اور قلب
آگاہ عطا فرمایا ہے۔ پس تو ہم کو شاکرین میں محسوب فرما اس کے بعد حضرت
فرماتے ہیں:۔ ترجمہ یہ ہے:۔ میں نہیں جانتا ہوں کسی اصحاب کو وہ وفادار تر
ہوں میرے اصحاب سے اور نہ کسی کے اہلبیتؑ کو زیادہ بہتر اور نیکوکار اپنے
اہلبیت سے پس خدا تو سب کو میری جانب سے جزائے خیر دے۔ بعد اس
کے حضرت اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ:۔ میرا یہ حال ہے کہ ضرور ان
اشقیاء سے مجھے جنگ کرنی ہوگی۔ اور یہ اشقیاء ضرور مجھے قتل کریں گے
پس اے میرے اصحاب آگاہ ہو کہ میں نے تم سب کو اجازت دے دی
یہ پردۂ شب تم کو گھیرے ہوئے ہے۔ جس طرف جی چاہے تم چلے جاؤ۔
مطلب حضرت کا یہ تھا کہ اگر تم کو ہم چشموں کا خیال ہو۔ حجاب مانع ہو کہ وہ
ہم کو کیا کہیں گے۔ تو اس پردۂ شب میں ایک دوسرے کو نہیں دیکھتا
ہے۔ شبا شب جہاں چاہو نکل جاؤ۔ سید ابن طاؤس کتاب لہوف
میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ بھی حضرت نے فرمایا کہ تم سب کو مناسب ہے۔ کہ ہر
ایک مرد تم سے ہمارے مردان اہلبیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کے
اس تاریکئ شب میں جا بجا متفرق ہو جائے۔ شاید غرض حضرت کی اس
فرمانے سے یہ ہو کہ یوں تو سب کا خیال یہ ہوگا۔ کہ ہم کو غیر سمجھ کر اس طرح کا
کلمہ کہتے ہیں۔ تو میں اپنے عزیزوں کے بارے میں بھی کہتا ہوں کہ

کہتے ہو اپنے تئیں ہلاکت اور مصیبت میں ڈالیں۔ بلکہ مجھے چھوڑ کر جا بجا متفرق
ہو جائیں اور ظاہرا حضرت کا یہ مقصود ہوتا بعید از عقل نہیں۔ بلکہ قرین قیاس ہے
کہ کسی طرح میرے عزیز بھی یہاں سے چلے جائیں۔ اور یہ سرسبز باغ رسالت
پامالی سے بچ جائے"۔ حضرت اس کے بعد عجیب کلمہ ارشاد فرماتے ہیں:۔
مجھ کو تنہا اِن دشمنوں میں چھوڑ جاؤ۔ کہ یہ لوگ فقط میری ہی جان کے خواہاں
ہیں۔ اور کسی سے اِن کو کچھ کام نہیں ہے۔ علاوہ اصحاب و انصار کے عزیزوں
کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مجھے چھوڑ کر ہمراہی انصار میں چلے جائیں۔ بروایت
شیخ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں اس لئے اصحاب و انصار سے پہلے
حضرت علیہ السلام کے عزیزوں نے جواب دیا۔" یعنی ابوالفضل العباسؑ
نے مع اپنے برادران اور حضرت کے بیٹوں اور فرزندان جعفر و عقیل وغیرہ
وغیرہ نے عرض کی یہ تو ہم سب سے نہ ہوگا۔ کہ آپ کو دشمنوں میں اکیلا
چھوڑ کر چلے جائیں اور بعد آپ کے ہم زندہ رہیں۔ خدا وہ روز بد نہ لائے کہ
آپ کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر نہ ہو۔ مؤلف کا خیال ہے" کہ عجب
نہیں کہ آپ کے قوتِ بازو ماہ بنی ہاشم حضرت عباسؑ
نے عرض کی ہو کہ میرا تو عالم ارواح سے عالم وجود میں آنا اسی لئے تھا۔
کہ آج کے دن نصرت میں آپ کی ہو اور درجہ شہادت پر فائز ہوں۔
میں تو یہی معتبر ذرائع سے سنتا ہوں کہ میرے بابا علی ابن ابی طالب نے
مجھے اسی روز کے لئے ذخیرہ کیا ہے۔ اے آقا میرے آپ کے نانا رسول

فرزند تمہارا نصرت حسین میں اپنی جان قربان کرے گا۔ سیدۂ کونین نے میرے بارے میں وصیت میرے بابا سے فرمائی ہے۔ اور میری نصرت کا حال سن کر بہت خوش ہوئی ہیں۔ اے مولا میرے کیا میں سیدۂ کونین کی خوشنودی کے خلاف میں آپ کا ساتھ چھوڑ دوں اور ان کی بیزاری کا باعث ہوں۔ علی مرتضےٰ جنہوں نے مجھے اس دن کے لئے ذخیرہ کیا ہے۔ ان کی ناراضگی کا سبب ہو جاؤں اور سب ایک طرف اپنے تئیں آپ کے جد امجد محبوب خدا کے سامنے جانے کے قابل بھی نہ رکھوں۔ کیا آپ کو خیال ہے کہ عباسؑ ایک لمحہ بغیر آپ کے زندہ رہ سکتا ہے"۔

بعد اس کے انصار میں سے مسلم ابن عوسجہ حضرت کے سامنے آکر عرض کرنے لگے:۔

اے آقا یہ کیونکر ہم سے ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کو ایسی حالت میں کہ دشمن چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا۔ بلکہ میں آپ کی نصرت میں دشمنوں کو نیزے ماروں گا یہاں تک کہ نیزہ میرا ٹوٹ جائے۔ پھر تلوار سے لڑوں گا۔ جب تک کہ تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہے۔ اگر کوئی ہتھیار میرے پاس باقی نہ رہے گا تو انہیں پتھروں سے ماروں گا۔ مگر آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ جب تک کہ اپنی جان آپ پر فدا نہ کر دوں۔ قسم بہ خدا اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ آپ کی نصرت میں قتل ہو کر پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ اور پھر آگ میں جلایا جاؤں گا اور خاک میری

جب بھی میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ اور آپ کی نصرت سے منہ نہ موڑوں
گا۔ باقی اصحاب و انصار نے بھی اسی طرح جواب دیئے۔ ابوحمزہ ثمالی نے
جناب امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت نے ان کو ایسا
ثابت قدم پایا۔ تو ان کے بارے میں دعائے خیر کی اور فرمایا اپنے سروں کو
آسمان کی طرف بلند کرو۔ اور قدرت خدا کا مشاہدہ کرو۔ جب اصحاب نے سر
بلند کئے فَكُشِفَ عَنۡهُمُ الۡغِطَآءُ تو اپنے اپنے مقام و منازل کو جو
حق تعالٰے نے اُن کے لئے مقرر فرمائے ہیں دیکھنے لگے، اور حضرت ایک
ایک سے اشارہ کر کے فرماتے تھے دیکھو یہ تمہارا مقام ہے اور یہ تمہارا مقام ہے پھر تو یہ حال
تھا۔ کہ سب نے تلواروں کی نیاموں کو توڑ کے خندق میں پھینک دیا اور
ہر شخص یہی چاہتا تھا۔ کہ سب سے پہلے میں ہی اپنی جان حضرت پر نثار کروں
اور جلد از جلد بہشت میں اپنے مقام پر جا پہنچوں۔ سبحان اللہ کیا اعزا اور
کیسے کیسے انصار باوفا امام حسینؑ نے پائے ہیں۔

حقیر مؤلف نے حالات کربلا میں فقط انہیں مواقع کو لکھا۔ کہ جو سوانح
ابوالفضل العباسؑ میں داخل کئے جا سکیں۔ البتہ تفصیل اس موقع
کی تسلسل بیان کے خیال سے لکھنی ضرور پڑی ہے کہ موقع و محل اور اُن
کے حالات قارئین کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

شب عاشور عبادت گاہ کا منظر اور حضرت کا خطبہ اعزا اور اصحاب کے
جواب اور اُن کے مدارج تو آپ ملاحظہ کر چکے۔ مگر اس شب خیمۂ عصمت و

اور کسی دماغ میں اتنی طاقت نہیں کہ لکھ سکے۔ واقعات اضطراب و اضطرار مصائب تشنگی و گرسنگی کی تصویر عالم خیال میں بھی کھینچنی محال ہے۔ اگرچہ اس بات کی ضرورت ہے کہ واقع نگاری میں تسلسل ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ مگر کیا کیا جائے۔ کہ یہاں کا ہر موقع لکھنے میں صبر و ضبط کا یارا نہیں رہتا اور اس قدر بے اختیار آنسو آنکھوں سے اُبل پڑتے ہیں کہ قلم رکھ دینا پڑتا ہے۔ اور پہروں پھر قلم اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ یہ وہی واقعات ہیں جو آقائے مظلوم کو گھڑی گھڑی سجادہ سے اُٹھنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ کبھی خیام میں تشریف لے جاتے ہیں اور کبھی باہر تشریف لاتے ہیں۔ جب خیام اہلبیتؑ میں آواز گریہ و زاری کی بلند ہوتی ہے۔ تو اعزا و انصار جاں نثار تڑپ جاتے ہیں۔ ہاتھ سے تسبیحیں چھوٹ جاتی ہیں۔ اور دست بستہ امام کی خدمت میں عرض کرنے لگتے ہیں۔ مولا! بچوں اور مخدرات عصمت کے اضطراب سے ہمارے قلب بے چین کلیجے شق ہوئے جا رہے ہیں بے اختیار شغلہ عبادت میں دست دعا تلواروں کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔ کہ یا اُن دشمنوں کو جن کے ہاتھوں ناموس محمدؐ پر یہ ظلم و ستم ہو رہے ہیں۔ جا کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں اور یا اپنے گلے کاٹ کر مر جائیں۔ کہ ہم سے یہ بچوں اور اہلبیت طاہرین کا اضطرار اور اضطراب دیکھا سنا نہیں جاتا۔

سلطان الصابرین امام حسینؑ سب کو ان الفاظ میں صبر و شکر کی تلقین فرماتے تھے:۔

شبہ نہیں۔ پر اس سرائے فانی میں اب بہت قلم ٹھہرنا ہے یہ بقیہ رات اور کل دن
کا کچھ حصہ اور یہاں گذارنا ہے یہ سب مصائب کل عصر تک ختم ہیں اور راحت
ابدی اور منزل مقصود پر پہنچنے کی ساعت قریب آ رہی ہے۔ اس آخری عبادت
اور آخر عمر کی فقط چند گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں۔ اس کے بعد طولانی منزلیں پیش
پیش رو برو د نگاہ ہیں۔ اس کے لئے توشہ آخرت جتنا ممکن ہے جمع کر لو۔ کہ
یہ آخری رات ہے۔ خالق کون و مکاں ہر لمحہ حاضر و ناظر جانو وہ تمہارے صبر
ظالموں کے ظلم بچوں اور حرم رسولؐ اولاد علیؑ کے کرب کو مسلسل ہر ثانیہ بغیر وقفہ دیکھ رہا ہے یہ
شب بیشک وہ شب ہے اس شب کے مصائب جھیلنا تمہارے ہی دلوں کا کام ہے پر تم بھی صبر و
شکر کا امتحان دے لو کہ خدا صابرین کو بہت دوست رکھتا ہے آج تمہارے صبرؤ استقلال کی
آزمائش کر رہا ہے۔ اے فوج خدا کے بہادر سپاہیو۔ اے خانہ ذاں رسالت کے شیدائیو۔ اے جاں نثار
بھائیو۔ گھر ہو یا سفر۔ بحر ہو یا بر۔ شادی ہو یا غم و الم بندہ وہی بندہ ہے جو ہر حال میں خدا کو یاد رکھے
اور اسکو نہ بھولے۔ ظالم کا ظلم۔ بدعہدیٔ زمانہ۔ تلوار کی دھار۔ نوک سوفار نیزہ کی انی۔ زخم لسان
اشقیا۔ بھوک پیاس شدت گرما عشق خدا کو دل سے نہ بھلا سکے۔ جگر میں پیکان سم آلود ترازو ہو زہر
سرایت کر رہا ہو۔ اور عاشق کا دل اسکی یاد میں مگن ہو رہا ہو سینہ پر برچھی کی انی سے مجروح و
شگافتہ ہو پر جام قلب مئے محبت خدا اور رسولؐ سے لبریز ہو۔ خنجر کی دھار رگہائے گردن پر
چل رہی ہو پر شکر الٰہی زبان پر جاری ہو۔ مولائے دوجہاں کی اس کلام پر از فصاحت و بلاغت و
مملو از معرفت حلاوت سے ہر عاشق صادق معبود کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ تکبیریں بلند ہوئیں۔
فضائے عالم گونج گیا۔ انصار و اعزا پھر مشغول عبادت ہو گئے۔ تسبیح و تہلیل کی آواز صدائے پر ہائے

کی صدا بلند ہوئی۔ حضرت خیام اہلبیت کی طرف اُن کی تسلین دہی کے لئے سجاد
اٹھ کر تشریف لے جاتے۔ چنانچہ ایک ایسا نالۂ جانکاہ سمع ہمایوں امام میں گوش زد
ہؤا کہ بے تابانہ خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ خیمہ میں جب تشریف لائے۔ دیکھا
تشنۂ دیدار بیٹی سکینہ رو رہی ہے۔ قریب سکینہؑ کے تشریف لے گئے محبت
اور درد بھری آواز میں فرمایا۔ باپ کی عاشق بیٹی سکینہ اس قدر رات گذر
گئی۔ مگر بی بی کو نیند نہیں آئی۔ سکینہؑ نے دوڑ کر امام مظلومؑ کے گلے میں باہیں
ڈال دیں اور عرض کرنے لگی :۔
بابا جان بغیر آپ کے نیند کہاں۔ جس سینہ پر سویا کرتی تھی نہ وہ میسّر آیا
نہ آپ کی سکینہ سوئی۔ امام یہ فقرات بیٹی کے سن کر اگر صبر امامت سے کام
نہ لیتے تو کلیجہ شق ہو جاتا۔ فرمایا۔ میری راحت جاں تمہارا کہنا درست ہے۔ پر
غربت میں پردیس میں ہر طرح کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ ہم تو سفر میں ہیں سفر
میں اکثر ساتھ چھوٹ جاتے ہیں۔ کبھی ماں کے پہلو میں بھی سویا کرو۔ بیٹی! تمہارے
باپ کو بھی سیدۂ کونین کے پہلو کے بغیر آرام نہ ملتا تھا۔ اور نیند نہ آتی تھی۔
لیکن قضائے الٰہی کا کیا چارہ جب سے وہ ہم کو بچپن ہی میں چھوڑ کر جنت
کو سدھاریں۔ بھائی حسنؑ کے گلے میں باہیں ڈال کر سونے کی عادت ڈال
لی۔ بیٹی میرا مطلب اس کہنے سے یہ ہے کہ کس کے ماں باپ سدا زندہ رہے
ہیں۔ اس لئے جاؤ بی بی آج کی شب اپنی ماں کے پاس سو رہو۔ حضرت نے
بہت ضبط سے کام لیا اور سکینہؑ کو گود میں لئے حضرت شہربانو کے خیمہ کی طرف

نے خیمہ کا پردہ اٹھایا تو عجب جانگاہ منظر دیکھا۔ کہ شہزادہ علی اکبرؑ شوق شہادت کے
متوالے پیر پھیلائے سو رہے ہیں۔ اور ان کی مصیبت زدہ ماں فرط الفت
میں شمع روشن کئے علی اکبر کے ضیا بار چہرہ کو دیکھتی جاتی ہیں۔ اور زار زار
روتی جاتی ہیں۔ کبھی کہتی ہیں۔ علی اکبر تیری یہ چاند سی صورت یہ جسم نازنین
یہ تیرے مشکبار گیسو خون آلود گرد و غبار کربلا میں اٹ جائیں گے۔ میرے
نور نظر تو ہر شب چراغ تیری ماں کی نظروں میں تو دنیا اندھیر ہو جائے گی۔
بیٹا یہ تیری جوانی اور یہ تیری تشنگی کلیجہ منہ کو چلا آرہا ہے۔ مگر تمہیں شوقِ
شہادت ہے ماں پھوپھی بہنوں کی محبت سب کو بھلا رکھا ہے۔ امام
مظلومؑ کو یہ بین جگر خراش سن کر تاب ضبط باقی نہ رہی خیمہ میں پردہ اٹھا
کر تشریف لے گئے۔ فرمایا بانو! یہ نصف شب وقت دعا کا ہے۔ اس وقت
ان باتوں کا موقع نہیں۔ اکبر ابھی تو زندہ ہے اس کے سرہانے یہ بین اور
یہ ماتم مناسب نہیں۔ تم تو سیّدہ کونین کی بہو ہو تم کو صبر لازم ہے۔ دعا کرو کہ دعا
اکثر مصیبت میں آڑے آتی ہے۔ ہم بھی اب جا کر مصروف عبادت و دعا
ہوتے ہیں۔ تم بھی دعا و عبادت میں مشغول ہو۔ وہاں سے ہوتے ہوئے حضرت
کا گذر خیمہ مظلومہ کربلا کی طرف ہوا۔ حضرت نے باآہستگی پردہ اٹھا یا دیکھا
ثانی زہرا اس طرح بیٹھی ہیں۔ کہ عونؑ کا سر ایک زانو پر اور محمدؑ کا سر دوسرے
زانو پر ہے۔ فرماتی ہیں:۔

پیارو کل صبح کو تمہارے ماموں پر فوج اشقیا کی یورش ہوگی۔ ماں کی
عزت تمہارے ہاتھ ہے میرے شیرو۔ یا تو تم میدان سے اس طرح واپس آؤ

کہ ایک کے ہاتھ میں عمر سعد کا سر اور ایک کے ہاتھ میں شمر کا سر ہو۔ یا تمہارے چھوٹے چھوٹے عمامے تیغ ظلم سے کٹے پیچ دستار کے سہروں کی طرح تمہارے چاند سے چہروں پر لٹکتے ہوں۔ سینے پیکان ظلم سے چھدے ہوئے اس طرح خیمہ میں داخل ہو۔ اور لوگوں کی زبانوں پر جاری ہو کہ جعفر طیار کی جرأت اور حیدر کرار کی شجاعت کا نام ان کم سن بچوں نے رکھ لیا۔ یہ بچے جب فوج اشقیا پر حملہ کرتے تھے جعفر طیار اور حیدر کرار کی تصویریں نظروں میں پھرنے لگتی تھیں۔ راج دلاور! شیر مادر کی تاثیر۔ باپ کی لاج اور نانا کی شجاعت کا نام رکھنے کا دن قریب آپہنچا ہے۔ ماں کی یہ تقریر سنکر۔ حیدر کرار کے نواسے شیروں کی طرح انگڑائیاں لے کر ماں کے زانو سے اٹھے۔ عون نے عرض کی اماں جان بھائی محمدؑ اس کے شاہد ہیں جو ہم نے اپنے دلوں میں ٹھان رکھی ہے۔ امام کونین کے صبر سکوت اور پیش دستی کی ممانعت سے ہم مجبور ہو رہے ہیں۔ صبح ہونے دیجئے پھر اپنے غلاموں کی جرأت اور دلیری کو دیکھئے گا۔ اگر ہم نے اپنے نانا کی جرأت نہ دکھائی عمرو شمر کے خیموں تک اگر خوں کے دریا نہ بہا دئے اور میدان جنگ کو کشتوں سے بھر نہ دیا۔ تو آپ بیشک دودھ کا ایک قطرہ تک ہم کو نہ بخشئے گا۔ فقط آپ کی دعا ہمارے شامل ہونی چاہئے۔ محمدؑ نے بھی چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو جوڑ کر عرض کی اگرچہ بھائی جان کے آگے کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہوتی لیکن یہ ضرور کہوں گا۔ انہیں کا میں چھوٹا بھائی ہوں۔ انہیں کا جھوٹا

کو چن چن کر نہ مارا کشتوں کے پشتے نہ لگا دیئے تو حیدر کرار کا نواسہ نہ کہئے گا
مظلوم کربلا بہن کی نصیحت اور بھانجوں کی جوشیلی تقریریں سنکر اور ان کی
اُلفت بے اندازہ کا اندازہ کرکے انجام کا خیال کرتے آنسو بہاتے آگے
بڑھے مسموم زہر دغا حسن سبز قبا کی بیوہ اور بھائی کی نشانی قاسم کے خیمہ
پر اُن کی حسرت ناک گفتگوئیں سنتے۔ خیمہ امّ رباب میں شیر خوار کی نازک
حالت اور ماں کے اضطراب کا منظر ملاحظہ فرماتے۔ اپنی ماں جائی ام کلثوم
حسرت نصیب بہن کی طرف پہنچے۔

مؤلف نے فقط اس مقام کے لئے اور تسلسل واقعات کے خیال سے
شب عاشور امام علیہ السلام کا دورہ خیام اہلبیت طاہرین میں کرنا لکھا ہے۔

امام مظلومؑ کے سامنے یہ آخری جان گداز و جانسوز منظر ہے۔ یہ خیمہ اس
بہن کا ہے۔ جس کے کوئی اولاد نہ تھی اور اس لئے خیمہ میں سونا پڑا تھا۔ مگر ماہِ
بنی ہاشم کے وجود نورانی سے روشن ہو رہا تھا۔ حضرت عباسؑ ایک گوشہ
میں اپنی بہن سے پوشیدہ تلوار صاف کر رہے تھے۔ امام علیہ السلام نے سنا
کہ ام کلثوم یہ نوحہ کر رہی ہیں۔

آہ۔ افسوس ہزار افسوس۔ میرے ماں جائے حسینؑ پر جان نثار کرنے
کے لئے تمام بی بیاں آج کی شب اپنے اپنے بچوں کو ہتھیاروں سے سجا
کر دولھا بنا رہی ہیں۔ ان کے حوصلے اور ہمّت بڑھا رہی ہیں۔ ان کو مؤثر
الفاظ میں نصیحتیں کر رہی ہیں۔ اور میں بے اولاد حسرت نصیب اس لائق

کیسا بے لبسی کا عالم ہے۔ خدایا میں تجھ سے شکایت نہیں کرتی۔ اگر میرے مظلوم بھائی پر تصدق اور جان نثار کرنے کی باری نہ آتی۔ تو میں اپنی بے اولادی کی شکایت ہرگز زبان پر بھی نہ لاتی۔ اگرچہ میرے نانا رسول اللہؐ میرے بابا علی مرتضیٰؑ میری ماں فاطمہ زہراؑ بوجہ میرے بے اولاد ہونے کی وجہ مجھ سے کوئی شکایت و گلہ تو نہیں کریں گی پر مجھے تو یہ خیال آتا ہے کہ میں کیسی کوتاہ قسمت ہوں کہ دامن میں کوئی دولت نقد اولاد ہی نہیں کہ اپنے بھائی پر نثار کروں۔ کاش مجھ کم نصیب کو موت آگئی ہوتی اور یہ وقت نہ دیکھتی۔ یہ کہتے کہتے دل بھر آیا اور ڈھاڑیں مار کر رونے لگیں۔ حضرت عباسؑ اپنی حسرت نصیب بہن کی نوحہ وزاری سن کر بے تابانہ تلوار ٹیک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب جاکر تلوار پھینک کر قدموں پر گر پڑے اور عرض کرنے لگے:۔ اے سختِ دل زہراؑ اے مخدومہ جہاں غلام کو ہرگز آپ سے یہ اُمید نہ تھی۔ کہ اس موقع پر مجھے فراموش کر دیجئے گا۔ آخر غلام کس دن کے لئے ہوتے ہیں۔ غلام رہتے ہوئے بیٹے تصدق نہیں کئے جاتے۔ ایسے آڑے وقتوں میں البتہ غلام نثار کئے جاتے ہیں۔ آپ اگر اپنے بھائی امام مظلومؑ پر سے کچھ نثار کرنا چاہتی ہیں۔ تو کیا اس غلام کی قدر قیمت اس قدر بھی نہیں سمجھتیں۔ قبلہ عالم کے قدموں پر نثار کرنے کے لئے اپنے غلام کو اعزاز بخشئے۔ آپ کو خدا کی قسم اُن کو یہاں آنے کی زحمت دیجئے اور اپنے غلام کو تین مرتبہ اُن پر سے وار دیجئے اور جان نثاری کے لئے میدان

پاٹ دے اور ارضِ کربلا تا کوفہ خون کے دریا نہ بہا دے تو پھر آپ کبھی اس غلام کا نام بھی زبان پر نہ لائیے گا۔ خدارا اپنے غلام عباسؑ کو اس اعزاز کا شرف بخشئے۔ جناب ام کلثوم اٹھیں اور عباسؑ کو گلے سے لگایا۔ بہ محبّت تلوار اٹھا کر حضرت عباسؑ کی کمر میں لگائی اور بلائیں لے کر فرمایا۔ میرے پیارے بھائی عباسؑ مجھے تم سے ایسی ہی امید ہے ❖

باب سیزدھم

صبح عاشورا اذان و نماز صبح کا منظر نمازیوں کی طرف دشمنوں کے تیروں کی بارش۔ امام علیہ السلام کا لشکر خدا کو ترتیب دینا تفویضِ منصب علمداری لشکر بہ ابوالفضل العباسؑ

تمام سیّار و ثوابت امام فلک مقام کو آخری رخصت کا سلام کر کے غروب ہو گئے شپیدہ سحری افق پر نمودار ہوا۔ عاشور کی صبح چاک گریباں قیامت صغریٰ یعنی شہادت خامس آل عبا کی خبر لائی۔ عبادتِ شب ختم ہوئی۔ غازیان لشکر خدا تجدید تیمم کے لئے سجادوں پر سے اُٹھے باشارہ گوشۂ چشم امام عالی مقام شبیہہ پیغمبرؐ حضرت علی اکبر نے لحن داؤدی میں اذان دی۔ فلک

عالم ہے کربلا کے نمازیوں کی آخری نماز ان کا خضوع وخشوع ان کا رجوع قلب مشاہدہ کرنے لگے۔ اُدھر حضرت علی اکبر اذان دے رہے تھے اور ادھر ناموس محمدؐ کی آنکھوں میں نبیؐ کی تصویر پھر رہی تھی۔ سیدانیاں ہمہ تن گوشش بنی تھیں۔ اِدھر مجاہدین راہ خدا نے اور ادھر بی بیوں نے خیمہ میں نماز صبح پڑھی اور بعد نماز آہ و شیونِ اہلبیت رسولؐ سے دشتِ کربلا کانپ اُٹھا۔ طیور فضائے عالم میں نالہ کناں مضطربانہ پرواز کرنے لگے۔ ملائکہ آسمان و فرشتگان نگران زمین پر اتر آئے۔ ان مقدس نمازیوں کے گرد حصار کر کے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ شاید ان کا یہ ارادہ ہو کہ اگر امام ہمام اجازت دیں تو دشمنوں کو آن واحد میں فنا کر کے جہنم واصل کر دیں۔ مگر ایسا نہ ہوا جو کچھ مشیتِ ایزدی میں گذر چکا تھا۔ اس کے آثار نمودار ہونے لگے۔ ادھر تعقیبات اور وظائف سے فراغت حاصل کر کے نمازی مصلّوں سے اُٹھے اور خطوط شعاعیٔ خورشید منوّر نے ایک ایک مجاہد نمازی کے قدم آنکھوں سے لگائے۔ زوالِ مہر امامت کے خوف سے آفتاب عالم تاب بھی لرزاں و ترساں نظر آرہا تھا۔ مظلوم کربلا سید الشہداء درگاہ رب العزت میں مشغول مناجات ہوئے۔ عرض کر رہے تھے:۔

بار الٰہا ہر کرب و رنج میں ہر تکلیف و آلام میں تیری ہی ذات ہر اطمینان کی ذمہ دار اور تو ہی غمگسار اور چارہ ساز ہے۔ حوادثات زمانہ میں تمامًا تجھ ہی سے ہر قسم کی ڈھارس ہے الی آخریہ مناجات حضرت نے پڑھی

حضرت نے ختم فرمائی ہے۔ عرش و فرش پر تہلکہ مچ گیا۔ ارض و سما پر گھٹائیں غم و اندوہ کی چھا گئیں۔ زمین خاک اڑانے لگی۔ فرات امواج غم سے طوفان خیز نظر آنے لگی۔ مگر افسوس کہ شقی القلب سنگدل پیرویان یزید پلید۔ بہائم صورت انسان تیروں سے ترکش بھری کمانیں چڑھائے عمر سعد کے عقب میں بڑھے۔ پہلے خود اس ملعون نے پھر دس ہزار فوج اشقیا نے مجاہدین دینداروں پر ایک مرتبہ تیر برسائے۔ انصار امام حسینؑ سے چالیس نمازی سجادوں ہی پر جان بحق تسلیم ہوئے۔ آہ ہزار افسوس یہ وہ نمازی تھے۔ کہ جنہوں نے ہمراہ امام ہمام شب عبادت میں گذران کر نماز صبح ادا کر کے ابھی سجادوں سے اٹھ کر ہتھیار بھی نہ لگانے پائے تھے ایک سو بارہ انصار سے اب فقط ۷۲ باقی رہ گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے خود مع بقیہ انصار کے ایک ایک شہید کا خون دست حق پرست سے پونچھا سروں کو اپنے زانوؤں پر رکھا۔ وہ دم توڑ رہے تھے اور محمدؐ کے جگر بند کا قلب تیر غم سے چھد گیا تھا۔ یہ جانکاہ منظر دیکھ کر ان شہیدان راہ خدا کو ایک جگہ قطار سے لٹا دیا۔ کہ جس حصۂ زمین کربلا کا نام گنج شہیداں سے آجتک موسوم ہے *

بقیہ بہتر جرأت و شجاعت کے پتلے حلم و صبر و وفا کے مجسمے فرزند رسول ثقلین امام حسینؑ کے عاشقان صادق شوق شہادت اور تمنائے موت میں تلواریں پکڑ پکڑ کر اٹھے۔ حضرت نے ہر مجاہد راہ خدا کو جب آمادہ پیکار پایا

اور فرمایا اے بھائی عباسؑ یہ علم احمد مختار جو نبی سے اسد کردار کو ملا تھا۔ آج تم کو ورثہ میں دیتا ہوں۔ اس کی سزاوار تمہاری ذات کے سوا کوئی نہیں۔ اور یہ عہدہ علمداری آج کے دن تمہارے ہی لئے مقرر تھا۔ یہ فرما کے قوت بازو کو گلے سے لگا کر دیر تک روتے رہے پھر زہیر ابن قین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا میمنہ تمہارے سپرد ہے۔ اس کے بعد بچپن کے رفیق حبیب ابن مظاہر کی طرف متوجہ ہوئے اور قریب بلا کر چشم پرآب گلے سے لگا اور فرمایا میسرہ تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اس مختصر لشکر خدا کو منظم فرما کر حضرت نے شہیدان راہ خدا کے لئے دعا فرمائی۔

باب چہاردھم

رخصت حضرت عباسؑ کی سقائے سکینہؑ جنگ اور شہادت

لاش حضرت عباسؑ کی خیمہ میں نہ لے جانے کی وجہ۔

مواسات اور بعد شہادت سر حضرت ابوالفضل کی حالت

اور وجوہات کہ روضۂ اقدس کیوں علیحدہ بنا ہے؟

جب میدان کربلا میں تمام انصار کام آچکے اور باری اعزا کی آئی۔ حتی کہ حضرت قاسم ابن حسن بھی درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اور فقط حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ رہ گئے تو بحار الانوار میں مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بدن نازنین شہزادہ قاسم پامال سم اسپاں ہو چکا اور عباسؑ ابن علیؑ نے یہ مصیبت مشاہدہ کی تو بہت اور آہ سرد دل پر درد سے بھر کر

پر رکھے۔ خدمت بابرکت امام حسینؑ میں بقصد رخصت حاضر ہوئے اور عرض
کی یا ابن رسول اللہ اب اس سے زیادہ ظلم و ستم فرقہ اشرار ستم شعار کا اس
فدوی سے دیکھا نہیں جاتا۔ بصد ادب امیدوار ہوں۔ کہ غلام کو اب اجازت
میدان ملے۔ تاکہ میں بھی جان اپنی حضرت پر سے نثار کروں۔ راوی کہتا
ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباسؑ کو آمادۂ شہادت و
طالب رخصت پایا اشک چشم ہائے مبارک میں بھر آئے اور فرمایا کہ اے عباسؑ
ہر چند لشکر مجھ بیکس کا تمام ہو چکا ہے اور اب کوئی ناصر و مددگار ہمارا سوائے
علی اکبرؑ اور تمہارے باقی نہیں رہا ہے۔ اور تم سے نشان لشکر باقی ہے،
اس لئے اگر تم بھی ہم سے جدا ہوئے۔ تو میں تنہا رہ جاؤں گا اور نشان لشکر
بھی سرنگوں ہو جائے گا۔ جبکہ جناب عباسؑ نے یہ ارشاد ہدایت بنیاد اس
فخر عالم ایجاد سے سُنا عرض کی کہ اے امام دو جہاں و اے سردار انس و جاں
اب اس فدوی کو ایک لمحہ اور ایک آن زندگی اپنی ناگوار و دشوار ہے
اور اے آقائے دو جہاں کیا لطف اس جینے کا ہے کہ جب اطفال صغیر
مثل عونؑ و محمدؑ عبد اللہ و قاسم بدر ہائے منیر سامنے آنکھوں کے قتل ہوں۔
آپ بایں بیکسی نرغۂ اشقیا میں گرفتار رہوں اور علمدار جیتا رہے۔ اے آقائے
نامدار جب تک کہ عوض اس ظلم و ستم کا اس فرقہ ظالم سے نہ لے لوں گا
راحت نہ ملے گی منقول ہے کہ ہر چند جناب اپنی رخصت کے لئے عرض
کرتے رہے لیکن امام حسینؑ کسی طرح اس قوت بازو کی مفارقت و جدائی
پر راضی نہ ہوتے تھے۔ ...

ہوئے اور اہلبیت سے رخصت ہونے داخل خیمہ ہوئے۔ اپنی بہن زینب

سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ کہ اے بہن سب اعوان و انصار مجھ بیکس کے

راہی جنت ہوئے۔ اب کوئی میرے ناصر و مددگار سے باقی نہیں ہے۔ کہ

میری نصرت کرے اور عوض میرے لڑنے کو جائے اور عباسؑ کی مفارقت

مجھے کسی طرح گوارا نہیں۔ لہذا اب مجھے بدوں اپنی شہادت کے چارہ

نہیں۔ میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تم کو خدائے عزّوجل کے سپرد کرتا

ہوں کہ وہ خیر الحافظین ہے۔ اور اے بہن چونکہ تم سب اہلبیتؑ میں

بزرگ ہو۔ اس لئے وصیت میری تم سے یہ ہے۔ کہ بعد میری شہادت کے

میرے اہلبیتؑ کی نگہبان رہنا اور ان کی حمایت اور حفاظت اپنے اوپر

لازم جاننا خاصتًا فرزند دل بند میرے عبداللہ شیر خوار کے حال سے خبردار رہنا

کہ یہ نورِ نظر مجھے بہت پیارا ہے۔ جب کہ امام حسینؑ نے وصیت اپنی تمام کی

جناب زینبؑ عبداللہ شیر خوار کا نام سنتے ہی بے اختیار رونے لگیں اور عرض

کی کہ اے یادگار جد و پدر فدا ہو یہ بہن بیکس و بے پر آپ پر سے کس کے

حق آپ مجھے وصی کرتے ہیں یہ فرزند رضیع آپ کا جاں بلب ہے

اور قریب ہے کہ شدت تشنگی سے ہلاک ہو جائے۔ اے بھائی پانی تو ہمیں

کہاں میسّر کہ اسے پلائیں۔ دودھ بھی پستان مادر اصغر شیر خوار کا بسبب نہ ملنے

پانی و طعام و مصائب عظام خشک ہو گیا ہے۔ پس سنتے ہی حال پر ملال

اُس نورِ نظر شیر خوار کا امام حسینؑ نہایت مضطر اور بیقرار ہوئے۔ اور خیمۂ اہل

جب کہ حضرت عباسؑ حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت نے بہ کمال حسرت و
یاس فرمایا کہ اے عباس اس حالت بیکسی اور تنہائی میں کہ اب کوئی میرا
مددگار باقی نہیں رہا ہے۔ میں متمنی اور آرزومند اس کا تھا کہ بعد میری شہادت
کے تم کسی طرح زندہ اور سلامت رہو تا کہ حفاظت و حمایت ان عورت و اطفال
خوردسال کی کرو گے اور یقین تھا کہ تمہارے بقائے وجود سے کوئی شقی نابکار
درپئے آبروریزی اور ازار ان بیکسوں کے نہ ہوگا۔ لیکن مجبور ہوں
کہ فلک کج رفتار اور زمانہ ستم شعار کو یہ امر ناگوار ہے۔ بلکہ یہ چاہتا ہے۔ کہ
ان بیواؤں بیکسوں کے لئے کوئی حامی و مددگار باقی نہ رہے۔ اے عباسؑ
اب مناسب وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم قصد نہر فرات کا کرو اور جس قدر
ممکن ہو عبداللہ شیرخوار کے لئے پانی لاؤ۔ کہ وہ شدت تشنگی سے جان بلب
ہے۔ عباسؑ نے عرض کی غلام تعمیل اس ارشاد ہدایت بنیاد کی واجب
جان کر ابھی حکم قضا شیم بہ چشم بجا لاتا ہے۔ جب کہ حضرت عباسؑ عازم فرات
ہوئے۔ اس وقت امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بھائی عباسؑ اب مناسب
یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خیمہ اہل حرم میں چل کر اپنے بہنوں بھتیجوں اور اطفال
خوردسال سے مل لو اور رخصت ہو لو کہ شاید یہ ملاقات تمہاری اور ان
بیکسوں کی آخری ملاقات ہو ایسا نہ ہو کہ طرفین کو حسرت دیدار باقی رہ جائے
پس حسب الحکم امام عالی مقام حضرت عباسؑ خیام حرم محترم میں واسطے رخصت
کے تشریف لے گئے۔ تشنگئ اطفال خوردسال علی الخصوص علی اصغر شیرخوار
اور سکینہؑ کی حالت دیکھ کر حضرت عباسؑ تڑپ گئے

مسدس

ہر وقت تھا ماؤں سے یہ بچوں کا اشارا
پانی ہمیں پلواؤ نہیں ضبط کا یارا
کہتی تھی سکینہؑ کہ ہمیں پیاس نے مارا
للہ خبر لو کہ جگر جل گیا سارا
بچوں کے قلق سے وہ حرم آہ و بکا میں
اک شور قیامت تھا بپا آلِ عبا میں

ایک طرف علی اصغرؑ شیر خوار کی مادر غمخوار تشنگی ششماہے پر زار زار رو رہی ہیں۔ ایک طرف زوجہ آپ کی مشوش کھڑی ہیں۔ پوچھا آپ نے سکینہؑ کہاں ہے۔ اتنے میں صدا کان میں آئی:۔

چلائی یہ بانوئے حسینؑ ابن علیؑ آہ
ہے ہے مری بچی مری نازوں کی پلی آہ
عباسؑ چلو جان سکینہؑ کی چلی آہ
پانی نہ ملا آج بھی دوپہر ڈھلی آہ
بیساختہ شہ بولے کہ لو بھائی مبارک
پیاسی ہے سکینہؑ تمہیں سقائی مبارک

زوجۂ جناب عباسؑ کیا عجب ہے جو جناب عباسؑ سے فرما رہی

کس کام میں تھے آپ میں شرماتی ہوں صاحب
کنبہ میں خجالت سے گڑی جاتی ہوں صاحب
اب نبض بھی پیاسی کی نہیں پاتی ہوں صاحب
قرآں کی ہوا دے کے ابھی آتی ہوں صاحب
کھل جاتی ہے جب آنکھ تو چلاتی ہے پانی
غش ہوتی ہے تو منہ سے صدا آتی ہے پانی

اس وقت حضرت عباسؑ نے فرمایا اسے مری گود میں دے دو۔ پس فوراً زوجہ آپ کی پاس سکینہؑ کے گئیں اور کہا میں واری چلو تمہارے چچا تمہیں بلاتے ہیں۔ اس وقت جناب سکینہؑ نے بچپنے کے غصہ میں منہ پھیر لیا اور کہا میں نہ جاؤں گی۔ زوجہ نے حضرت عباسؑ کی آ کر ماہِ بنی ہاشم سے کہا سکینہ آپ سے روٹھی ہیں۔ میری منت خیال میں نہیں لاتیں آپ کے پاس نہیں آتیں۔

شعر

بہنوں سے نہ ماں سے نہ پھوپھی سے نہ چچی سے
جب آتا ہے غصہ تو وہ منتی ہیں کسی سے؟

یہ سن کر حضرت عباس خود اپنی لاڈلی بھتیجی سکینہؑ کے پاس چلے اللہ کسی چچا کو اپنی بھتیجی کی یہ حالت نہ دکھائے۔ دیکھا حضرت عباسؑ نے کہ پھول سے رخسار پژمردہ ہو رہے ہیں آنکھیں بند ہیں مارے پیاس کے

دے کر فرمایا۔ بی بی کیا حال ہے تمہارا۔ کیوں چچا سے کچھ خفا ہو۔ بتاؤ عباسؑ
سے کیوں روٹھی ہو۔

شعر

کیوں روٹھی ہو کیوں غصہ ہے تقصیر ہماری
پیاسی نے کہا کچھ نہیں تقدیر ہماری
چچا جان کیوں میرے دکھے ہوئے دل کو دکھاتے ہیں ۰

نظم

کیوں تم سے ہلی عفو سکینہؑ کی خطا ہو
ہم تو نہیں روٹھے ہیں تمہیں ہم سے خفا ہو
جس کا شہؑ والا سا پدر تم سا چچا ہو
ہفتم سے نصیب اس کو نہ پانی نہ غذا ہو
لائے تھے یہی کہہ کے ہمیں آپ وطن سے
تو پیاس سے تڑپے گی نہ ہم آئینگے رن سے
فرمایا تھا یہ بھی کہ رلائیں گے سفر میں
منہ اشکوں سے ہر صبح دھلائیں گے سفر میں
الفت جو وطن کی ہے بھلائیں گے سفر میں
بابا بھی نہ سینہ پہ سلائیں گے سفر میں

ہوئے کی جو پیاسی اُسے پانی بھی نہ دے نکلے

یاد آتا ہے بیمار بہن کا مجھے کہنا
دشوار ہے پردیس میں ایذاؤں کا سہنا
تم سے بھی کہا تھا کہ جُدا ان سے نہ رہنا
یاں آکے برا ہو گیا ہے ہے مرا لہنا
بابا نے نہ پوچھا تو چچا نے بھی نہ پوچھا
یہ اور غضب ہے کہ قضا نے بھی نہ پوچھا

جن بچّوں کے ماں باپ نہیں ہوتے ہیں عمّو
آج ان کی طرح فاقہ سے ہم روتے ہیں عمّو
پروا بھی کسی کو نہیں جی کھوتے ہیں عمّو
بابا نہ سلاتے ہیں نہ ہم سوتے ہیں عمّو
کیا یہ بھی ہے تاثیر کچھ اس دشت بلا کی
وہ دل نہ پدر کا ہے نہ وہ آنکھ چچا کی

یہ بچپنے کے شکوہ شکایات جناب سکینہؑ سے سن کر دل حضرت عباسؑ کا پاش پاش ہو گیا۔ اس قدر روئے کہ در و دیوار رونے لگے۔ اس وقت زوجۂ جناب عباسؑ نے مشک جناب سکینہؑ کی لا کر دی اور عرض کیا اب جائیے اور جس طرح بنے سکینہ کے لئے پانی لائیے۔

نظم

کان اپنے لگائے ہوئے سنتے تھے [illegible]

چلائی مرے دل کی کہی تم نے چچی جاں
عباس پکارے مری مشکل ہوئی آساں
زوجہ سے کہا ہم پہ ہے تاحشر یہ احساں
آسائش عقبےٰ کی دعا وقت سفر دو
سقا جو بنایا ہے سکینہ کو بھی کردو
تب خیمے میں اپنے گئی وہ غم کی ستائی
اک خط کو لئے ہاتھ میں جلدی سے پھر آئی
دیکھا جو اُسے کہنے لگی بانو کی جائی
کیا یاد چچی جاں کو دادی مری آئی
یہ ہاتھ میں مکتوب ہے بھیجو گی وطن کو
لکھا ہے مرا حال بھی بیمار بہن کو
وہ بولی یہ کاغذ ہے مرے مہر کا واری
لٹتی ہوں اُجڑتی ہوں محبت میں تمہاری
ہے مہر تو کیا چیز نہیں جان بھی پیاری
بی بی جئے۔ مرجائے سب اولاد ہماری
سقائی کا انعام عطا کیجئے ان کو
کاغذ یہ مرے مہر کا دے دیجئے ان کو
عباس نے فرمایا کریم اس کی جزا دے

جنّت کا قبالہ تمہیں یوں خیرِ نسا دے
غربت میں مصیبت میں یہ ہمّت یہ ارادے
کیوں راہِ خدا میں نہ کرم کرنے کی خو ہو
دی جس نے قطار اونٹوں کی تم اُسکی بہو ہو

الغرض حضرت عباسؑ مشکیزہ سکینہؑ کا لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم سب اہلبیت پر سلام آخری میرا ہو کہ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تمہیں خدائے عزّوجل کے سپرد کرتا ہوں۔ سنتے ہی اس کلام ہلاکت التیام پردگیان عصمت و طہارت سر و پا برہنہ بے تابانہ قریب حضرت عباسؑ کے آئے اور سبھوں نے گرد اُس ماہ بنی ہاشم کے حلقہ کر لیا۔ اور بکمال درد و حسرت و یاس رونے پیٹنے لگے۔ ایک طرف جناب زینب خاتون ہائے عباسؑ تمہاری جدائی کسی طرح گوارا نہیں کہکر زمین پر پچھاڑیں کھاتی تھیں اور ایک طرف جناب ام کلثوم مثل ماہئ بے آب خاک پر تڑپتی تھیں۔ ایک سمت سکینہ خاتون ہائے چچا جان ہائے چچا جان کہہ کر سر پر اپنے خاک اُڑاتی تھیں۔ غرضیکہ خیام اہلبیتؑ اطہار میں رخصت جناب عباسؑ سے شور قیامت بپا تھا۔ اور وہ بھی مفارقت اور غربت پر ان بیکسوں کی زار زار مثلِ ابرِ نوبہار اشکبار تھے اور خیال تھا کہ کسی طرح جلد رخصت ہو کر روانہ میدان ہوں۔ لیکن سب بیبیاں اور بچّے سدِّ راہ تھے اور دامن اُن کا نہ چھوڑتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ خیام اہل حرم میں صدائے گریہ و بکا سے اہل حرم ... [illegible]

نے سنا کہ امام حسینؑ پکارتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے بھائی عباس جلد مجھ تک اپنے تئیں پہنچاؤ۔ کہ اس قوم اشرار نے مجھ پر ہجوم کیا ہے۔ پس سنتے ہی آواز امامؑ کی حضرت عباسؑ بے تاب ہو گئے اور سب عورات و اطفال کو روتا پیٹتا چھوڑ کر خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ دیکھا کہ اس فرقۂ اشرار نے امام ابرار و اخیار کو چار طرف سے گھیر لیا ہے اور کثرت سواران نیزہ دار سے تمام میدان نیستان معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ دیکھتے ہی حضرت عباسؑ نے مثل شیر غضب ناک حملہ کیا۔ اور جماعت کو اُن اشقیا کی جو گرد امام حسینؑ کے حلقہ کئے کھڑے تھے۔ بہ ضرب شمشیر صاعقہ بار متفرق اور پریشان کر دیا۔ مقابل فوج اشقیا تشریف لا کر اول رجز پڑھا اور بعد رجز کے اس طور کلمات حجت فرمائے کہ اے قوم اشقیا فرزند رسول الثقلین تمہارا مہمان ہے اور تین روز سے لب فرات مع اپنے اہلبیت اور چھوٹے بچوں کے لب تشنہ اور گرسنہ ہے مقام غیرت اور عبرت ہے۔

نظم

یوں تو ہیں تین روز سے بے آب و دانہ سب
لیکن قریب مرگ ہیں دو طفل تشنہ لب
کیوں آل کو ستاتے ہو بے جرم و بے سبب
کچھ مصطفےٰ کا پاس تم کو نہیں غضب

کس پر یہ خون ہوگا جو معصوم مر گئے

یہ دھوپ یہ خیام کا تپنا یہ گرم بن
مرجھا گیا ہے احمد مختار کا چمن
مانند غنچہ پیاس سے کھولے ہیں سب دہن
پانی بغیر اب نہ جئیں گے وہ گلبدن
گرمی سے ہاتھ پاؤں غریبوں کے سرد ہیں
نیلے ہیں ہونٹھ پھول سے رخسار زرد ہیں

چلایا شمر کہ عبث ہے سوال آب
دیں گے زبان تیغ سے ہم آپ کو جواب
بچوں کی پیاس سے ہے جو حضرت کو اضطراب
پھر کس لئے ہے بیعت حاکم سے اجتناب
خیمہ سے گھٹنیوں اگر اصغر بھی آئے گا
جز آب تیر پانی کا قطرہ نہ پائے گا

یہ کلام شمر نحس و شوم سے سنکر حضرت عباسؑ کو غصہ آیا:-

نظم

غازی نے لی نیام سے تیغ شرر فشاں
شعلہ نے الحذر کہا بجلی نے الاماں

دہشت سے تھرتھرا گیا مریخ آسماں
ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا
غل تھا کہ فوجِ شام کا دفتر الٹ گیا

حضرت عباسؑ شیرِ اسدکردگار نے چن چن کے نامدارانِ فوج کے نام صفحہ ہستی سے مٹا کے پیہم شیرانہ حملہ فرمایا اور اس قدر کافروں کو مارا اور لقمۂ تیغ بے دریغ کیا۔ کہ شمار کشتہ ہائے قوم ستم شعار کا دشوار تھا شجاعانِ لشکر یزید مارے خوف کے بھاگتے اور منہ چھپاتے پھرتے تھے سینکڑوں صفیں پرے کے پرے مثل خیارِ تر شمشیر آبدار کاٹ کاٹ کر ڈھیر لگا رہی تھی۔ اس بے پناہ تیغ کے خوف سے مثل روباہ دور تک اشقیاء بھاگ بھاگ کر چلے گئے اور میدان صاف ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عباسؑ نے رُخ فرات کا کیا۔ وہاں ملاعین جمع ہو کر سدِ راہ ہوئے۔ دیکھتے ہی حضرت عباسؑ مثل شیر غضب ناک پر حملہ آور ہوئے۔ فرات کے کنارے اس قدر کافر مارے کہ ایک ندی خون سے اشقیا کے پہلوئے نہر علقمہ جاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ ما بقی لشکر محافظان فرات سامنے سے اس شبر کے بھاگ گئے اور جب راہِ دریا سے اُس خس و خاشاک اور قوم ناپاک کو صاف کر چکے۔ اس وقت گھوڑا فرات میں ڈال دیا اور مشکِ سکینہؑ پانی سے پُر آب کر لی۔ بہ سبب شدت تشنگی طبیعت پانی کی طرف مائل ہوئی۔ مگر عباسؑ برادر وفادار حسینؑ کو یاد آ گئی پیاس اپنے آقا اور

وقت اپنے دل میں کہا اے عباسؑ مقتضائے محبّت و مروّت نہیں کہ
تو آپ سرد خوشگوار پانی سے سیراب ہو اور حسینؑ فرزند رسول الثقلین اور
اس کے اطفال مثل سکینہؑ اور علی اصغرؑ شیرخوار تشنگی سے جاں بلب ہوں
یہ فرما کر دریا سے پیاسے باہر آئے اور رُخ سمند صبا رفتار کا خیمہ کی طرف
کیا۔ مگر جونہی باہر تشریف لائے۔ چاروں طرف سے جمع ہو کر فوجِ بدشعار
نے گھیر لیا اور نیزہ و شمشیر و سناں و تیر سے حملے کرنے لگے۔ اپنی جان
کا کچھ خوف اس شیر بیشۂ شجاعت کو نہ تھا۔ پر مشک سکینہ کو کبھی سینہ سے
لگا کر بچاتے۔ کبھی پشت پر لے جاتے۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے ایسے
مقام پر مشک کو محفوظ لے کر پہنچ گئے۔ کہ خیمۂ مبارک نظر آنے لگا جبکہ
عمر سعد بدنہاد نے دیکھا۔ کہ جناب عباسؑ مشک پر آب طرف خیمہ کیلئے
جاتے ہیں۔ اور خیمہ سے قریب ہوتے جاتے ہیں وہ ملعون کمال متردد
ہوا اور مضطربانہ چلّایا اے بے حیاؤ لعنت خدا تم پر کہ تمہارے روبرو
عباسؑ مشک پر آب لئے جاتے ہیں اور تم باوجود اس قدر ملاعین ہونے
کے اس جری کو نہیں روکتے۔ قسم بہ خدائے عزّوجل اگر یہ مشکیزہ پانی
کا فرزند حیدر کرار غیر فرار اسد کردگار تک پہنچ جائے گا اور وہ دل بند
شیر خدا اس میں سے ایک جرعہ آب نوش کرے گا۔ تو یاد رکھو کہ تم سے
ایک زندہ اس کی شمشیر صاعقہ بار سے باقی نہ رہے گا اور پھر اگر تمام عالم
جمع ہو کر چاہے گا۔ کہ اس فرزند رسالت مآبؐ پر فتحیاب ہو تو ہرگز یہ ممکن نہ ہو گا

غالب کل غالب پر غالب آنا محال ہے۔ اے بے حیاؤ تم ایک ایک مقابل کیا سپہ سالار لشکر حسینؑ کے جاکر بناؤ گے۔ یہ بھی شیر اسد کردگار ہے تم سب جمع ہو کر یکبارگی حملہ کرو اور اس شیر کو گھیر کر مارلو۔ اس وقت عمر سعد کی طعن و تشنیع سے سب نامرد یکبارگی تیغ و سناں و نیزہ سے حضرت عباسؑ پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت عباسؑ باوصف اس کے کہ برابر زخم ہائے کاری کھارہے تھے۔ مگر قربان جرأت علمدار حسینؑ برابر یہ کوشش کررہے تھے کہ خیمہ تک اپنے تئیں کسی طرح پہنچادیں۔ اور جاکر سپاہیوں کو سیراب کردیں اسی اثنا میں ایک ملعون نے کمین گاہ سے ایسی ضرب تلوار کی بازوئے راست فرزند حیدر کرار پر لگائی کہ وہ ہاتھ شانہ سے جدا ہو کر گر گیا۔ اس وقت مجاہد راہ خدا دلبند مرتضےٰؑ نے مشکیزہ دوش چپ پر رکھا۔ اور قصد آگے بڑھنے کا کیا۔ کہ پھر اسی ملعون نے چھپ کر دست چپ پر بھی ضرب لگائی کہ وہ بھی شانہ سے جدا ہو گیا۔ قریب تھا کہ مشکیزہ زمین پر گر جائے۔ پر فدائے ہمت و جرأت عباسؑ نامدار آپ نے بہ عجلت تسمہ مشکیزہ کا دندان مبارک سے پکڑ لیا اور مشک کو سینہ اقدس سے لگا لیا جناب عباسؑ اگرچہ بے دست و پا ہو رہے تھے اور بہت زخمی بھی ہو چکے تھے لیکن مطلق اس جری کو رنج ہاتھوں کے قطع ہونے یا اس قدر زخمی ہونے کا نہ تھا۔ بلکہ ہمت بہ مقتضائے محبت امام حسینؑ تمام تر دھیان اس طرف تھا کہ پانی اطفال حسینؑ تک پہنچ جائے۔

ہر ہر سانحہ خوشنودیٔ خدا و رسول۔ وفا داری و محبت حسینؑ کا گواہ ہے۔ جرأت قدمبوسی کر رہی ہے۔ شجاعت گرد پھر رہی ہے۔ وفا صدقے قربان ہو رہی ہے۔ مواساۃ اس کے معنی ہیں۔ اگر دنیا میں کوئی مواساۃ کے معنے سمجھنا چاہے تو مواساۃ دیکھ لے فنعم الاخ المواسی لاخیہ کی شان یہ ہے۔ جس کی مثال دنیا میں تا قیام قیامت نہیں مل سکتی (انشاء اللہ اس باب میں آگے چل کر اس مواساۃ کو تفصیلاً عرض کیا جائے گا)

الغرض اس طرف تو حضرت عباسؑ کوشش کر رہے تھے۔ کہ بلا سے دونوں ہاتھ قربان اطفال حسینؑ گئے مگر محنت ٹھکانے جب لگے۔ کہ خیمہ حسینؑ اب قریب ہے یہ مشکیزہ پُر آب اُن تک پہنچ جائے۔ اس طرف تمام بچے خیمہ کی ڈیوڑھی پر کوزے ہاتھ میں انتظار آمد حضرت عباسؑ ہیں مارے پیاس کے بے چین کھڑے تھے۔ اور سب سے آگے حضرت سکینہؑ اور پسر حضرت عباسؑ غالباً فضل تھے۔ کہ ناگاہ نظر اس بچے کی علم ضو فشاں پر جا پڑی بکمال مسرت حضرت سکینہؑ سے کہنے لگا کہ اے بہن بیتاب نہ ہوجیے خدا نے آپ کو تشنگی اور میرے تئیں بلائے یتیمی سے پناہ دی یہ سنکر حضرت سکینہؑ خوش ہو کر خیمہ میں اپنی چچی کے پاس جا کر عرض کرنے لگیں۔

شعر

پیاسوں کے دن نصیب تمہارے چچی پھرے

مشکیزہ بھر کے نہر سے ابن علی پھرے

نظم

۱

دیکھ آئی ہوں قریب بہت عمّو جان آئے
بولی وہ بے حواس کہ اللہ اُن کو لائے
ڈرتی ہوں واری پھر نہ یہ تقدیر کچھ دکھائے
ناگاہ آئی ڈیوڑھی سے آواز ہائے ہائے

آہ آہ حضرت عباسؑ نے لاکھ کوشش کی پر جو تقدیر میں ہونا تھا۔ وہ ہو کے رہا۔ ناگاہ اک تیر لشکر شریر سے اس مشک پر سکینہؑ کی ایسا آ کر لگا کہ تمام پانی اس کا بہہ کر زمین پر گر پڑا اور ساتھ ہی اس کے اک بے رحم نے سر اطہر عباسؑ دلاور پھر گرزِ آہنی کی اک ایسی ضرب لگائی کہ سرِ اقدس شق ہو گیا۔ اور وہ حضرت پشت زین سے زمین پر تشریف لائے۔
شہزادی اُدھر یہ گفتگو کر رہی تھی کہ یہ سانحہ درپیش ہوا۔

شعر

دیکھا جو آ کے پردے سے محشر نظر پڑا
غش خاک پر رسولؐ کا دلبر نظر پڑا

اُدھر غش کھا کر حضرت زمین پر گر پڑے ادھر

نظم

اکبرؑ کو دی یہ زوجۂ عباسؑ نے صدا

سر پیٹ کہ پکارے یہ ہمشکل مصطفے

ٹوٹی کمر حسینؑ کی مارے گئے چچا

کھا کھا کے زخم زیں سے علمدار گر پڑے

گرتے ہی اُن کے پاں شہ ابرار گر پڑے

جب حضرت عباسؑ زمین پر تشریف لائے امام کو آواز دی یا اَبا عَبۡدِ اللہ عَلَیۡكَ مِنِّی السَّلَام اے ابا عبد اللہ آپ پر میرا آخری سلام ہو۔ اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں یَا اَخَاہُ اَدۡرِكۡ اَخَاہُ اے بھائی اپنے بھائی کی آکر خبر لیجئے۔ اس آواز کے سنتے ہی حضرت جانب نعش نیم جاں حضرت عباسؑ روانہ ہوئے۔ کیا حالت حضرت کی ہوئی ہو گی جب اپنے بھائی کے پاس پہنچ کر دیکھا ہو گا۔ کہ دونوں ہاتھ شانوں سے جدا ہیں سر شگافتہ ہے۔ خون میں بھرے خاک گرم کربلا پر پڑے ہیں حضرت دیکھ کر بہت روئے اور کمر تھام کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اَلۡاٰنَ اِنۡکَسَرَ ظَھۡرِی ہائے بھائی عباسؑ تمہارے مرنے سے کمر حسینؑ کی ٹوٹ گئی۔

نظم

تم نے ابھی تھا جس کو پکارا وہ آیا ہے

رکھتا تھا جو تمہارا سہارا وہ آیا ہے

جس کا نہ دکھ تھا تم کو گوارا وہ آیا ہے

دن رات جس کی خم رہے تسلیم کے لئے
وہ آیا ہے اُٹھتے نہیں تعظیم کے لئے

کیا سو رہے ہو خاک پہ اے مرے غمگسار
جاگو حسینؑ آیا ہے لاشہ پہ بے قرار
عرصہ سے آپ کو نہیں ہم نے کیا ہے پیار
اُٹھو گلے ملو کہ لبوں پر ہے جانِ زار
اُٹھنے کی تاب گر نہ تنِ ناتواں میں ہو
آواز ہی سناؤ جو طاقت زباں میں ہو

بھائی زباں میں تاب بیاں بھی نہ ہو اگر
باتیں کرو اشاروں میں آنکھوں کو کھول کر
ممکن نہ ہو اشارہ جو اے غیرتِ قمر
وا کر کے آنکھ دیکھ ہی لو ہم کو اک نظر
اک آگ لگ رہی ہے دلِ بیقرار میں
تسکین کچھ تو ہو مرے اس اضطرار میں

آئی صدا یہ لاش سے اے شاہِ دیں پناہ
کس طرح کھولوں آنکھوں کو دیکھیں تو جھک کے شاہ
گھبرا کے نورِ چشمِ نبی نے جو کی نگاہ
دیکھا کہ ایک آنکھ میں ہیں سات تیر آہ

آئی صدا جو رونے کی بھائی کی لاش سے

عباسؑ بولے رو کے نہ مولا مجھے رُلائیں
دل کو سنبھالیں آنکھوں سے آنسو نہ اب بہائیں
گھبراتی ہوں گی زینبؑ دل گیر گھر کو جائیں
اب میرے بدلے میرے پسر کو گلے لگائیں
یہ کہہ کے کروٹیں لیں بہت اضطراب سے
اور کرنے لگے یہ عرض اس عالی جناب سے

آپ کو قسم ہے اپنے جدِّ بزرگوار رسول خدا کی آپ مجھے خیمے میں نہ لے جائیں۔ فرمایا حضرت نے اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت عباسؑ نے عرض کی۔ مجھے آپ کی بیٹی سکینہؑ سے حیاء معلوم ہوتی ہے۔ کہ میں اُس سے پانی کا وعدہ کر کے آیا تھا۔ میری تقدیر نے یاری نہ کی۔ میں اس تک پانی نہ پہنچا سکا۔ یہ کہہ کر روح عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ امام حسینؑ نے لاش حضرت عباسؑ بموجب وصیت کنارے فرات کے چھوڑ دی علی اکبر باپ کو سنبھالے عَلم رسول خیمہ کی جانب لے کر روانہ ہوگئے۔ حضرت روتے جاتے تھے اور آنسو آستین سے پونچھتے جاتے تھے۔ جب قریب خیمہ پہنچے اور اہلبیت نے علم احمد مختار خون میں بھرا آتے دیکھا۔ پہلے سکینہؑ دوڑ کر گئی اور دامن پکڑ کر کہنے لگی۔ اے بابا آپ کو میرے چچا عباسؑ کا کچھ حال معلوم ہے۔ کہاں ہیں کیا کر رہے ہیں بہت دیر لگائی مجھ سے پانی کا وعدہ کر کے گئے تھے۔ مگر ابھی تک نہیں آئے۔ وہ تو لیے

نہیں تھے کہ خلاف وعدہ کرتے لیا خود پانی پی لیا اور سیراب ہو گئے اور ہماری پیاس کو بھول گئے۔ یا ابھی تک لڑائی میں مشغول ہیں۔ امام حسینؑ نے یہ سنا اس قدر روئے کہ ہچکی لگ گئی صبر امامت سے کام لے کر فرمایا:-

اے بیٹی کیا پوچھتی ہو تمہارے چچا عباسؑ تو شہید ہو گئے۔ اُن کی روح بہشت میں پہنچ گئی۔ یہ سنتے ہی سب بیبیوں نے رونا شروع کیا۔ جناب زینبؑ رو رو کر کہتی تھیں وَاَخَاہُ وَاعَبَّاسَاہُ وَاقِلَّۃَ نَاصِرَاہُ ہائے بھائی ہائے عباسؑ تم مارے گئے۔ اب میرے بھائی کا مددگار تم جیسا کوئی نہ رہا۔ غرض امام حسینؑ اور اہلبیت اطہار میں تا دیر کہرام بپا رہا۔

مواساۃ

مدد کرنا کسی کی اپنے افعال و اموال سے یعنی اگر محتاج ہو تو اس کی مدد اپنے اموال سے اور اگر گرفتار مصیبت ہو تو ہر طرح اس کی نجات کے لئے کوشش کرنا مواساۃ ہے۔ حضرت امام جعفر صادقِ آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ مومن کا حق مومن پر یہ ہے کہ خود بھوکا رہے اور اپنے بھوکے مومن بھائی کو سیر کرے۔ خود پیاسا رہے اور اسے سیراب کرے۔ خود نہ پہنے اور اپنے برہنہ بھائی کو لباس پہنائے۔ مواساۃ ایسے فضائل کریمہ سے ہے جو شرعاً و عقلاً ممدوح ہے۔ ہیئت بشریہ کے اجتماع کا باعث نقائص اور

اسلام میں پہلا عامل اور معلمِ مواساۃ علی مرتضےٰ کا وجود ذیجود ہے۔ جب جنگ احد
میں آپ مصروف جنگ و پیکار تھے۔ تو امین وحی ربانی نے خدمتِ اقدس
نبوی میں عرض کی اِنَّ ھٰذَا الْمُوَاسَاۃ مِنْ عَلِیٍّ واقعہ کربلا میں اس
صفت جلیلہ کا اظہار اگرچہ حملہ اعزا و انصار سید الشہداء روحی لہم الفداء سے ہوا
مگر یادگار علی مرتضےٰ حضرت عباس علمدار حسینؑ نے جو مواساۃ کا نمونہ نواسۂ رسولؐ
اور جگر بند علی و بتول کے لئے پیش کیا وہ نبی و علی علیہم السلام کی روایات کا
احیاء تھا۔ لب فرات جب پہنچے پیاسے تھے۔ چلو میں پانی لیا۔ یاد آگئی پیاس
امام مظلوم اُن کے بچوں اور اہلبیت کی۔ چلو سے پانی پھینک دیا۔ مشک
پانی سے بھرلی اور پیاسے فرات کی گھاٹ سے لوٹے۔ اے سقائے
اہلبیت سلام ہو آپ پر اس ادنیٰ غلام کا سلام۔ جسے یہ کہنے کا فخر اور بجا فخر
ہے۔ کہ آپ نے اپنے بھائی سید الشہداء مظلوم کربلا سے ایسے مواساۃ اختیار
کئے۔ جس پر نفس مواساۃ کو فخر ہے۔ یہ آپ ہی کی ذات تھی کہ جہاں نواسۂ
رسولؐ کے بچوں کا پانی بہا وہاں اپنا خون بہا کر مواساۃ میں اپنے پدر بزرگوار
کے نصائح پر پورا پورا عمل کر دکھایا۔ آپ کی زیارت کا جملہ فنعم الاخ
المواسی لاخیہ آپ کی شایانِ شانِ ذیشان ہوا۔ بیشک آپ سے بڑھ کر
کونسا بھائی اپنے بھائی سے مواساۃ کرنے والا ہو سکتا ہے۔ گردشِ لیل و نہار
اگر کروڑوں پلٹے کھائے۔ تو بھی کبھی ایسے بھائی کی مثال پیش نہ کر سکے۔
البتہ آپ کی مثال راہروان راہ اخوت کے لئے چراغ ہدایت ہو گی ◆

بعد شہادت سرِ اقدس حضرت عباسؑ کی حالت

صاحب تہر المذاب لکھتے ہیں کہ قاسم ابن اصبغ کہتا ہے۔ کہ میں نے کوفہ میں ایک سوار کو دیکھا۔ کہ ایک جوان کا سر جو مثل ماہ شب چہاردہ تاباں و درخشاں تھا۔ اس کے گھوڑے کے گردن میں لٹکا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا اے شخص تیرا نام کیا ہے۔ اور یہ سر کس کا ہے۔ کہ جب تیرا گھوڑا گردن جھکاتا ہے تو یہ سر زمین میں ٹکراتا ہے۔ تو بڑا بیرحم ہے۔ اسی شقی نے کہا نام میرا حرملہ ابن کاہل اسدی ہے اور یہ سر عباسؑ بن علیؑ کا ہے۔ (فدا ہوں میرے ماں باپ آپ پر سے اے مولا ماہ بنی ہاشم عجب نہیں کہ آپ کے اُس بھائی کا سر جس کو آپ ہمیشہ لقب مولا و آقا سے یاد فرماتے تھے اور اپنے تئیں انکا غلام کہتے تھے۔ نیزہ پر بلند تھا۔ اس لئے آپ نے خلاف آداب سمجھا۔ کہ آقا اور جس کو کہ دعوئ غلامی کا ہو اس کا سر برابر کیوں کر رہ سکتا ہے) قاسم ابن اصبغ کہتا ہے۔ چند روز کے بعد میں نے اسی شقی کو دیکھا۔ کہ اس کا منہ مثلِ قیر سیاہ کے ہو گیا تھا۔ جب میں نے سبب پوچھا۔ تو ملعون رو کر کہنے لگا۔ قسم بخدا جب سے میں نے سر جناب عباسؑ کے ساتھ بے ادبی کی اسی روز سے دو شخص ہر روز مجھے پکڑ لے جاتے ہیں اور آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ میں بھاگتا ہوں اور وہ آگ میرے پیچھے دوڑتی ہے۔ اسی سے میرا یہ حال ہو گیا ہے۔

روضہ حضرت عباسؑ کا کیوں علیحدہ ہوا

حضرت عباسؑ مثل اور شہدا کے گنج شہیداں میں دفن نہ ہوئے اور اُس کی وجہ جیسا کہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے۔ شاید بدیں تفصیل ہو۔

ع۱ خداوند عالم کو حضرت عباسؑ کا مخصوص مرتبہ ظاہر کرنا تھا کہ جس طرح زائرین امام حسینؑ کی زیارت کو جائیں۔ اسی طرح حضرت عباسؑ کے روضۂ مبارک پر جا کر ان کی زیارت کریں۔

ع۲ حضرت عباسؑ کے روضۂ اقدس سے اکثر معجزات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً اس روضہ پر جا کر جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہے اس کو سزا ملتی ہے (آخر کتاب میں انشاء اللہ چند معجزے تحریر کروں گا) اور گنج شہیداں میں حضرت عباسؑ کے دفن ہونے سے یہ امر مبہم رہتا کہ یہ کس کا معجزہ ہے۔

ع۳ حضرت عباسؑ کا روضہ اس لئے علیحدہ ہوا کہ وہ سپہ سالار اور علمدار لشکر شاہ حسینؑ تھے۔ اور سپہ سالار و علمدار کے لئے خاص امتیاز ہونا چاہئے۔ اس لئے سائر شہدا سے آپ کا روضہ علیحدہ اک امتیازی صورت رکھتا ہے۔

ع۴ یہ وجہ بیّن ہے کہ بعد شہادت حضرت عباسؑ کا جسد اطہر بھی پاش پاش تھا اور بعد مرنے علمدار کے امام حسینؑ ایسے کمر شکستہ ہو گئے تھے۔ اور

اٹھا کر نہ لے جاسکے۔

۵۔ یہ وجہ آپ سن بھی چکے ہیں۔ کہ حضرت عباسؑ نے امام حسینؑ علیہ السلام سے وصیّت فرمائی تھی کہ میری لاش خیمہ میں نہ لے جائیے کہ مجھے آپ کی دختر سکینہؑ سے حیا آتی ہے۔ کہ میں اس سے پانی لانے کا وعدہ کر آیا تھا۔ اور موت نے اس وعدہ کا ایفا ہونے نہ دیا۔

باب پانزدھم

معجزات حضرت عباس علیہ السلام

حقیر مؤلف دس سال مجاور کربلا رہا ہے۔ اس لئے وہ چند معجزے جو میرے دوران استقامت میں روضہ ابوالفضل سے ظہور پذیر ہوئے۔ جو معتبرین سے سننے میں آئے۔ وہ درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ زائرین قبیلہ عرب کے ہمراہ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً تیرہ چودہ برس کی ہوگی۔ ایک ایسی جمعیت کے ساتھ تھا۔ جو اُسے نا سید کہتے تھے حالانکہ وہ اپنے تئیں سیّد کہتا تھا۔ چنانچہ وہ روضہ اقدس حضرت عباس علیہ السلام میں فریادی ہوا کہ اگر میں سیّد ہوں تو مجھے کوئی علامت یا نشانی کرامت ہو تاکہ میں ان منکرین کے سامنے سرخرو ہوں اور حق سادات جس کا میں مستحق ہوں اور جو انکے پاس موجود ہے یہ عذر نہ کریں۔ چنانچہ اُس صاحبزادے نے جب فریاد و بکا اپنے مولا و آقا کے حضور میں کی تو حرم محترم میں داخل ہوتے بائیں طرف جو ہتھیار وغیرہ ایک زنجیر میں آویزاں

گلے میں پڑ گیا۔لیکن کسی نے خیال نہیں کیا۔باوجود اُس صاحبزادے کے
اظہار کرنے کے کہ یہ نشانی مجھے سیّادت کی آقا سے ملی ہے۔خدّام نے
کہا معلوم ہوتا ہے زنجیر سے کشکول گر گیا ہے اور اس لڑکے نے اٹھا لیا ہے
چنانچہ وہ اس سے چھین لیا گیا۔اس صاحبزادے نے یہ صریحی ظلم دیکھ کر
پھر بآواز بلند اس طرح فریاد کی۔کہ اے آقا و مولا میرے آپ کے خدّام
نے اور اِن عربوں نے مجھ سے آپ کی عطا کی ہوئی نشانی چھین لی میری
فریاد کو پہنچیے۔ہنوز وہ یہ کہہ ہی رہا تھا۔کہ اک تلوار اوپر سے آ گر اس کے
کمر بند میں آویزاں ہوگئی۔اور ایک پارچہ سبز اس کی گردن میں خود بخود
بندھ گیا۔یہ دیکھ کر زائرین مجاورین اور خدام نے صلوات کے نعرہ بلند کئے
اور اس صاحبزادے کے لباس کا تار تار لے گئے۔کتنی من روٹیاں اس
کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوگوں کی طرف پھینکی گئی۔جب زائرین
اور مجاورین سے اس صاحبزادے کا بہ مشکل پیچھا چھوٹا۔ورنہ عجب نہ تھا کہ
لوگوں کا ہجوم اس کے ہلاکت کا باعث ہوتا۔

ع۲۔ بعض معتبرین سے باختلاف سننے میں آیا ہے کہ ایک حبشی سردار
فوج کا زمانہ سلطنت عثمانیہ میں تلوار زیب کمر کئے نشہ میں چور کفش کن سے
گذر کر حرم میں داخل ہونا چاہتا تھا۔کفش بردار نے اُس افسر سے کہا
کہ تم نہیں جانتے کہ اس دربار میں تلوار یا کوئی ہتھیار لگا کر حضور روضۂ
اقدس کوئی نہیں جا سکتا۔کہ یہ روضۂ شیر اسد کردگار سپہ سالار لشکر شاہ حسینؑ کا

دیا۔ میں بھی افسر فوج عثمانی ہوں۔ تم بکتے ہو وہ شقی مع تلوار کے داخل ہوگیا
دیکھیں میرا سپہ سالار لشکر حسین کیا کر لیتے ہیں۔ نشہ شراب میں سرمست تھا
ہر چند لوگوں نے روکا مگر وہ نہ رُکا۔ درآنا چلا گیا۔ رواق سے گذر کر داخل حرم
محترم ہونا ہی چاہتا تھا۔ کہ اس شقیٔ حبشی کا سر فوراً گردن سے اکھڑ کر اوپر
کارنس میں آویزاں ہو گیا اور دھڑ اس ملعون کا باہر پھینک دیا گیا۔ تمام خدام
وزائرین ومجاورین میں شور مچ گیا صلواۃ کے فلک بوس نعروں سے فضائے
عالم گونج گیا۔ اور اس زمانے سے باب عالی کا حکم ہو گیا کہ کوئی افسر ہتھیار
لگا کر ان شاہوں کے دربار میں نہ جائے۔ یہ امر قبل از استیصال سلطنت
عثمانیہ از عراق جاری تھا۔

ع۳ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا۔ کہ ایک شخص کسی کا مدیون تھا پر متدین نہ
تھا۔ اس لئے جو رقم اُس کی طرف دائین کی چاہئے تھی۔ اس سے صاف
انکار کر گیا اور چاہا کہ ہضم کر جائے۔ یہ بے چارہ بہت دن تک اس سے مطالبہ
کرتا رہا۔ اور اس کو خوف خدا سے ڈراتا رہا۔ جب اس نے کسی طرح اقرار
نہیں کیا۔ تو بنا اس بات پر ہوئی۔ کہ مدیون چل کر روضۂ اقدس حضرت عباسؑ
میں ضریح اقدس پر ہاتھ رکھ کر قسم کھالے۔ کہ میں فلاں شخص کا ایک پیسہ
کا مدیون نہیں۔ اور میرے ذمہ اس کا ایک پیسہ واجب الادا نہیں ہے
تو اس صورت میں دائین اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو جائے گا۔ اور پھر
کبھی اُس سے تقاضہ نہ کرے گا۔ چنانچہ مدیون راضی ہو گیا اور بہ سبب اپنی
خبث باطن کے نڈر ہو کر روبروئے ضریح اقدس قسم شرعی کھا بیٹھا۔ بہ مجرد

اس جھوٹی قسم کھانے کے اس کو تھپڑ ایسا پڑا کہ منہ اس کا گردن کی طرف پھر گیا۔ ہزار چاہا کہ وہ درست ہو جائے۔ ممکن نہ ہوا تا اینکہ وہ اُسی حال میں واصل جہنم ہوا۔

ع۴۔ معتبر اشخاص سے سننے میں آیا کہ ایک نجس شخص یوم عاشورہ دستہ سینہ زناں کے ہمراہ روضۂ اقدس میں داخل ہو گیا۔ فوراً اس کے ناک سے خوں جاری ہو گیا۔ چنانچہ لوگوں نے کہا کہ اس سے دریافت کرنا چاہیئے کہ تو کس بے ادبی کا مرتکب ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہُوا کہ وہ نجس تھا۔ پر لوگوں نے کہا کہ یہ حرامزادہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو حرامزادہ آج کے دن روضہ میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے ناک سے خوں ضرور جاری ہو جاتا ہے۔

ع۵۔ ایک مرد مومن کو شک ہُوا۔ کہ اُس کی عورت بہ سبب اغوائے شیطان کسی مرد سے ناجائز واسطہ رکھتی ہے اور وہ بدبخت مرتکب زنائے محصنہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ مرد مومن اکثر اپنی اس عورت کو اشارتاً پند و نصیحت کرتا رہا اور گناہانِ کبائر کی سزائیں جو از روئے شرع دین حق مقرر ہیں اس کے گوش گذار کرتا رہا۔ مگر اس عورت پر اس کی نصیحتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر بات بڑھتے بڑھتے اس حد پر پہنچی کہ مرد مومن میں قوت ضبط باقی نہیں رہی۔ اور صاف لفظوں میں اس نے اپنی زوجہ سے کہہ دیا۔ کہ تو مبتلائے گناہ کبیرہ ہوتی اور فلاں شخص سے ناجائز تعلق رکھتی ہے۔ توبہ کر اور اپنے اس عصیاں سے باز آجا ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ چند دن اس مرد مومن

اُس نے صاف انکار کیا۔ اور کہا کہ تو مجھے جھوٹ متہم کرتا ہے۔ بعد از گفتگو بسیار
یہ امر طے پایا کہ تو اگر سچی ہے۔ تو تُو چل کر روضۂ اقدس حضرت ابو الفضل
العباسؑ پر قسم کھا کہ میں پاک ہوں اور مجھ سے کسی غیر مرد سے کسی قسم کا
کوئی ناجائز تعلق نہیں۔ چنانچہ وہ زن زانیہ بسبب اپنے ضعف اعتقاد کے
قسم کھانے پر راضی ہو گئی۔ اور شوہر کے ہمراہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوئی اور
قبل اس کے کہ قسم کھانے کی مرتکب ہو۔ بہ مجرد دخول حرم اس کے شکم سے
خون جاری ہو گیا۔ تب وہ شوہر سے اپنے گناہ کی مقر ہو گئی۔ اور آیندہ کے
لئے ارتکاب گناہ سے باز رہنے کا وعدہ کرنے لگی۔ مگر شاید اس کو شوہر نے
پھر طلاق دے دی۔

معجزات ابو الفضل اس قدر ہیں۔ کہ اگر وہ قلم بند کئے جائیں۔ تو
ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ انہیں چند معجزوں پر اکتفا کی گئی ہے۔ پر یہ اور
امثال اس کے آئے دن برابر معجزات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ جس کو دنیائے
عراق ہزاروں بار دیکھ چکی ہے۔ اور فرقۂ اسلام کا ہر فرقہ اس بات کو مانتے
ہوئے ہے۔

تمّت

مختصر فہرست کتب

موجودہ

کتب خانہ اثنا عشری (رجسٹرڈ) لاہور

سوانح عمری حضرت رسول مقبول صلعم

شائقین پر واضح ہو کہ یہ سوانح عمری سید المرسلین شمس العارفین صاحب قاب قوسین جد الحسنؑ و الحسینؑ ایک وہ سوانح عمری ہے کہ جس میں علاوہ حالات بعثت و ہجرت و غزوات یعنی جہاد فی سبیل اللہ تبلیغ و اشاعت اسلام عادات و خصائل سیرت و خصائص و معجزات کے مؤلف محترم نے یہ بھی عالمانہ اور محققانہ انداز میں ثابت فرمایا ہے کہ معیار نبوت کیا ہے۔ ایک نبیؐ و رسولؐ کے اخلاق عادات تعلیم کیسی ہونی چاہیے۔ حقیقی و بناوٹی نبی میں کیا کیا فرق ہیں مصنوعی نبی و رسول کو معیار نبوت پر کس عنوان سے پرکھا جا سکتا ہے اس زمانہ آزاد پر آشوب پر فتن اور شور و شر انگیز میں جب کہ مذہبی کتابی و اخباری جنگ جاری و ساری ہے۔ کفر و تکفیر کے فتوے ایک دوسرے فرقہ اسلام پر لگا رہے ہیں۔ احکام خداوندی سے منحرف ہو کر ایک دوسرے کو جانی و مالی ضرر پہنچا رہے ہیں۔ یہ کتاب مستطاب ایک رہبر کامل اور مرشد مکمل کا کام دے گی اور مسلمانوں کو

خوشی سے رضاء الٰہی کے لئے برداشت کر کے اپنا خون بہا کر نبی مکرم صلعم نے اپنے
عزیز و اقارب اپنے عزیز اصحاب با وفا شہید کرا کر درخت اسلام کو سرسبز کیا ہے۔ اس کتاب کے
مؤلف ڈاکٹر حاجی نور حسین صاحب صابر نے اپنے محققانہ اور عالمانہ طرز میں یہ سوانح اس انداز سے
لکھی ہے۔ کہ جو جامع اور بانی اسلام کے کارناموں کا آئینہ ہے! اور تسلسل بیان واقعات
کے علاوہ حقانیت و عرفاں کا چشمہ ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے
کہ زبان نہایت سلیس عام فہم اردو کہ پڑھنے والا بغیر ختم کئے ہاتھ سے کتاب نہ رکھے گا۔
شائقین و ناظرین اس سوانح عمری حضرت صلعم کو پڑھ کر نہایت خوش ہوں گے اور آپ کے
قلوب نور اسلام سے منور ہو جائیں گے! اور آپ کی معلومات میں اس قدر علمیت بڑھ
جائے گی۔ کہ منکران نبوت کے لئے آپ کی زبان تیغ براں کا کام دیگر معاندین و منکرین
کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دے گی۔ یہ سوانح ہر ایک مومن کے واسطے شمع ہدایت
نور جاں۔ حرز جاں۔ در ہبر کامل کا کام دے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی مخالفین مذاہب
اسلام کے واسطے انوار ہدایت اور آیات بینات ہو گی۔ ناظرین کی زیارت کے لئے اس
کتاب مستطاب میں مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور خانہ کعبہ کے تین فوٹو بھی دیئے گئے ہیں
چونکہ یہ کتاب قلیل مقدار میں طبع ہوئی ہے۔ اس لئے جلد از خرید کر لیں۔ نہیں تو دوسرے
ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔ قیمت فی بغیر جلد عا/ مجلد ولایتی عگر

نور ایمان نور مبین

جو کہ ابھی چھپ کر تیار ہوا ہے۔ جلد خرید یئے۔ یہ کتاب مستطاب مقبول و زبان زد خلائق اور شہرہ آفاق ہو چکی
ہے۔ قبل ازیں کئی ایڈیشن اس کے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ اور جو شہرت شیعہ قوم
میں اس نے حاصل کی ہے۔ شاید ہی کسی دوسری کتاب نے کی ہو۔ لہذا اس کے

مضامین کی مکمل فہرست پیش کرنے کی ضرورت نہیں:۔

لیکن جو ہم نے اس دفعہ نیا ایڈیشن طبع کرایا ہے۔ اس کی تعریف نہیں ہو سکتی بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس ترمیم و اضافہ نے تمام گذشتہ ایڈیشن منسوخ کر دیئے ہیں (۱) حجم بڑھا دیا گیا ہے (۲) کاغذ بہترین لگایا گیا ہے (۳) فہرست مضامین کے علاوہ ٹائیٹل پیج عمدہ اور رنگین تین چار رنگ میں چھپا ہے (۴) حضرت مصنف علام جناب مولانا سید خیرات احمد صاحب مدظلہ کی عکسی تصویر بھی شامل کی گئی ہے جس نے کتاب کی حسن و خوبی کو چہار چاند کر دیا ہے (۵) کتابت و طباعت ایسی عمدہ ہے کہ پہلے کسی ایڈیشن میں یہ نفاست نہ تھی۔ ولایتی طرز پر کتابیں مجلد بھی کرا دی گئی ہیں (۷) جلد کے اوپر سنہری بیل بوٹے جس نے مجلد کتاب کو اور بھی مزین کر دیا ہے (۸) ان سب خوبیوں کے باوجود اس کتاب کی قیمت سابقہ ہی عہ مجلد ولایتی عہ رکھی گئی ہے۔

مفاتح البرکات بجواب شوائظ البرقات

مصنفہ جناب مولانا مولوی حاجی مرزا احمد علی صاحب

قبلہ امرتسری قطب شاہ ضلع ملتان نے شیعوں کی ترقی سے کباب ہو کر اپنے مریدوں کو دام میں رکھنے کے لئے اپنے زعم ناقص میں ہماری مذہبی کتاب رمی الجمرات کا جواب شوائظ البرقات شائع کیا۔ اس میں نہ صرف آپ نے اپنی کم سوادی بلکہ اپنے مذہب کی بے مائیگی کا کافی ثبوت دیا ہے۔ اس لئے مومنین کے اسرار اور اس خیال سے کہ مخالف کی کوئی کتاب بے جواب رہ جائے۔ لہٰذا مولانا صاحب نے اپنے باطل کش قلم کو اس کے جواب کے لئے متحرک کیا اور اپنی کمال عنایت سے یہ کتاب لکھ کر مخالف کی [illegible]

کے تیز حربوں سے باطل کی رگ رگ کو کاٹ دیا ہے۔ کتاب نہ صرف تحفہ اثنا عشریہ ہی کی رد کی گئی ہے۔ بلکہ رمی الجمرات کے دلائل کو زیادہ قوت دے دی ہے۔ اس لئے جس کے پاس یہ کتاب لاجواب ہو گی بڑے سے بڑے رشیائل اور نعش خارجی کو ایک آن میں دارالبوار میں پہنچا سکتا ہے۔ قیمت ۱۲ر

آئینہ مذہب سنی نوترمیم

مؤلفہ حاجی ڈاکٹر نور حسین صاحب کربلائی جعفری جھنگ سیالوی سابق حنفی سنی

فانوس بن کے آپ حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور برکت چہاردہ معصومین سے یہ رسالہ نوترمیم کے ساتھ مذہب سنی کی نہایت ہی معتبر اور مستند کتب صحاح ستہ سے عموماً اور بخاری سے خصوصاً بڑی محنت اور مشقت سے تیار کیا گیا ہے اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ اہلسنت والجماعت نے مذہب اسلام کو بدنام کیا ہے مولف صاحب موصوف نے اس میں ہر ایک اصولی بحث کر کے ہمیشہ کے لئے مناظرہ شیعہ و سنی کو بند کر دیا ہے۔ رسالہ آسان و عام ہے قیمت فی جلد عہ مجلد عہ

انوار القرآن

مؤلفہ ڈاکٹر نور حسین صاحب جھنگ سیالوی سابق سنی۔ اس میں روئیداد مباحثہ جھنگ شیعوں کا ایمان فضائل قرآن عقائد علمائے کرام شیعہ فیصلہ قرآنی جواب اعتراضات انجمن صدیقی مذہب سنی اور شان قرآن ملاں ملتانی مصحف علی علیہ السلام کے جوابات کتاب سنت و اقوال آئمہ معصومین سے